اسلامی تصوف

میں

غیر اسلامی نظریات کی آمیزش

تالیف:

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

اسلامی تصوّف

میں

غیر اسلامی نظریات کی آمیزش

تالیف

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

اولڈ بک بنک
مقابل وول ہاؤس دوکان نمبر 4
گرین سپر مارکیٹ کشمیر روڈ
راولپنڈی

شائع کردہ

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

[redacted] لاہور ۱۴ فون ۸۵۲۶۱۱

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

اشاعت اوّل

شوال المکرم سنہ ۱۳۹۶ھ ——— مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۷۶ء

تعداد ——— ایک ہزار

اشاعت دوم

ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۳ھ ——— مطابق اگست ۱۹۸۳ء

تعداد ——— ۲۲۰۰

صفحات ——— ۱۲۴

مطبع ——— مکتبہ جدید پریس۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

ناشر ——— قمر سعید قریشی، ناظم مرکزی انجمن خدام القرآن

مقام اشاعت ——— ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴

——— فون : ۸۵۲۶۱۱ - ۸۵۲۶۹۳

کراچی آفس : ۱۱۔ داؤد منزل (پہلی منزل) نزد آرام باغ
شاہراہ لیاقت، کراچی۔ فون برائے رابطہ : ۲۱۴۷۰۹

[redacted] ———

Marfat.com

فہرست

○ تقریظ ——— از قلم مولانا امین احسن اصلاحی ۵
○ دیباچہ ——— از مؤلف ——— ۸
○ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف کی اشاعت کے اسباب ——— ۹
● پہلی بحث ——— ۱۰
● دوسری بحث ——— ۱۷
● تیسری بحث ——— ۲۲
● چوتھی بحث ——— ۲۷
● بکتاشی فرقہ ——— ۲۹
● نوربخشی سلسلہ ——— ۳۰
○ اکابر اہل سنت کی تصانیف میں تدلیس و تدسیس ——— ۴۹
پروفیسر سعید نفیسی کی رائے ——— ۴۹
حدیقۃ الحقیقۃ تالیف حکیم سنائی غزنوی ——— ۵۴

Marfat.com

- فوائد الفواد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء ۵۹
- جامی پر دست درازی ۶۲
- رومی کے دیوان اور ملفوظات میں الحاق ۶۶
- شیخ محی الدین ابنِ عربی پر ظلم ۶۷
- بعض دوسری مثالیں ۶۹

○ باطنیّت ۸۱

○ باطنیّت کے اثرات تصوّف پر ۸۹

○ استدراک ۱۲۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از قلم : مولانا امین احسن اصلاحی

یہ مقالہ ہمارے محترم دوست پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کا ایک باب ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو میثاق کے صفحات میں شائع کیا گیا تو میثاق کے قارئین اور دوسرے علمی و مذہبی حلقوں میں نہایت پسند کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے قدر دانوں کے شدید اصرار پر اب اس کو کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے ــــ پروفیسر صاحب موصوف کے متعلق یہ بات اس مقالہ کے پڑھنے والوں کے علم میں رہنی چاہیئے کہ وہ تصوّف کے مخالفوں میں نہیں بلکہ اس کے پرزور حامیوں میں ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب، جس سے یہ مقالہ لیا گیا ہے۔ تصوّف کی حمایت اور اس کے مبادی و مقاصد کی وضاحت ہی میں موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے لکھی ہے۔ وہ خود ایک سلسلۂ تصوّف میں مرید، مزاجاً صوفی اور تصوّف پسند ہیں۔ لیکن اس کوچہ کی عام روایت کے خلاف ان کے اندر دو باتیں قابلِ رشک بلکہ قابل تقلید ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ دوسری یہ کہ وہ وسعت مطالعہ کے ساتھ نہایت گہری تنقید کی صلاحیّت کے بھی مالک ہیں اور یہ دونوں وصف بیک وقت کسی شخص، بالخصوص ایک صوفی مزاج شخص میں مشکل ہی سے جمع ہوتے ہیں۔

میں خود اس مقالے سے نہایت درجہ متاثر ہوا ہوں۔ اربابِ تصوّف کی چیزیں

Marfat.com

پڑھتے ہوئے مجھے ہمیشہ ان کی کتاب و سنت سے ہٹی ہوئی باتوں سے وحشت ہوتی تھی۔ میں ان چیزوں کو خود تصوف کی خرابی پر محمول کرتا تھا۔ لیکن پروفیسر صاحب کے اس مقالے سے مجھ پر پہلی مرتبہ یہ بات بدلائل واضح ہوئی کہ ہمارے تصوف میں بھی انہی چور دروازوں سے بہت سے فتنے داخل ہوئے ہیں، جن سے تاریخ، حدیث، فقہ، تفسیر ادب اور فلسفہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے سے نفس تصوف سے میری بیزاری کم ہوئی ہے۔ اب میں زیادہ قصور ان لوگوں کا سمجھتا ہوں جو اپنی سادگی اور عامیانہ تقلید کے سبب سے روافض اور سبائیوں کی دسیسہ کاریوں سے آگاہ نہ ہو سکے اور تصوف کے چشمۂ صافی کو انھوں نے ایک جوہڑ بنا کے رکھ دیا۔

مجھے اس احساس سے دلی مسرت ہوتی ہے کہ اس دور میں جس طرح عالمانہ تنقید کا نہایت اعلیٰ کام بعض اہل قلم سے تاریخ پر ہو رہا ہے اسی طرح کے تنقیدی کام کی بنیاد، تصوف سے متعلق ہمارے محترم پروفیسر صاحب نے اپنے اس بیش قیمت مقالے سے رکھ دی ہے۔ ساری مشکل بس پہلا چراغ جلانے میں ہوتی ہے۔ ایک چراغ جل گیا تو اسی ایک سے بہت سے چراغ جلائے جا سکیں گے۔ ہمیں توقع ہے کہ یہ مقالہ ہنروں کے لئے رہنما ثابت ہوگا۔ اور کیا عجب کہ اس سے دوسرے اصحاب علم کو بھی اس موضوع پر کام کرنے کا حوصلہ ہو اور وہ نہ صرف سارے صوفیانہ لٹریچر بلکہ خود تصوف کے اصول و مبادی کو بھی کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کے اس کے کھرے اور کھوٹے میں ایسا امتیاز قائم کر دیں کہ ایک عام آدمی بھی دھوکے سے محفوظ ہو جائے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت یہ رائے رکھتا ہوں کہ معاملہ صرف تصوف کی کتابوں میں الحاق ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ خود ہمارے صوفیا نے بھی بہت سے ایسے اصول باطنی فلسفیوں کے ہاتھوں اپنا لئے ہیں جو اب تصوف کے مسلمات میں سے سمجھے جانے لگے ہیں حالانکہ ان کو کتاب و سنت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں نے اس طرح کی بعض چیزوں کا اپنی کتاب "تزکیۂ نفس" میں حوالہ دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس نقطۂ نظر سے ان بزرگوں کی کتابوں کا خاص طور پر جائزہ لیا جائے جن کی ہر چیز ہمارے ہاں ماخذ و مرجع سمجھی جاتی ہے اور ان پر کسی تنقید کی جرأت لوگ آسانی سے نہیں کرتے۔

Marfat.com

تنقید کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ علم و تحقیق کے ساتھ جو تنقید ہوتی ہے وہ علوم کے لئے آبِ حیات ہے۔ اسی سے علم کو سیرابی، تازگی، شادابی اور زندگی حاصل ہوتی ہے اور یہ زندگی ملت میں حرکت و عمل کی لہر پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ چیز ناپید ہو جائے تو فکر و نظر کی قوتیں جامد اور حرکت و عمل کی صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس صورتِ حال سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو دین و ایمان کے دشمن ہوتے ہیں۔ وہ یا تو الحاقی چیزوں کو بنیاد قرار دے کر ان پر گمراہی کا ایک پورا فلسفہ تیار کر دیتے ہیں یا ان کی آڑ لے کر دین کی بنیادی باتوں پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت بدقسمتی سے ہم اسی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ ایک طرف جمود اور عامیانہ تقلید کی بے حسی ہے۔ دوسری طرف خودسرانہ اور جاہلانہ تنقید کی بے راہ روی، نتیجہ یہ ہے کہ ان خفتہ پاسبانوں اور ان بے باک لیٹروں کے ہاتھوں تمام متاعِ ملت تاراج ہو رہی ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو متاعِ ملت کی حفاظت کے لئے اپنے اندر غیرت و حمیت بھی رکھتے ہوں اور ساتھ ہی اللہ نے ان کو وہ بصیرت بھی عطا فرمائی ہو جس سے وہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز اور اصلی و الحاقی میں فرق کر سکیں، باطل کو مٹائیں اور جو حق ہے اس کو دلائل کی تازہ دم کمک کے ساتھ میدان میں لائیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب کا یہ مقالہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بصیرت سے نوازا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت، عمر اور اوقات میں برکت دے کہ وہ اس قسم کی بہت سی مفید چیزیں لکھ سکیں۔

میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سلمہ کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ اس قیمتی مقالہ کو پروفیسر صاحب کے خزانہ مسودات سے برآمد کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس کو اس کے قدردانوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کے لئے ان کو جزائے خیر دے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ کتابچہ میری زیرِ تالیف کتاب "تاریخ تصوّف" کا ایک باب ہے جس میں ان عناصر اور عوامل کی نشاندہی ہے جن کی وجہ سے اسلامی تصوّف میں، جو درا صل دینِ اسلام کی روح ہے اور ان کی جان ہے۔ غیر اسلامی عقائد کی آمیزش ہو گئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ نفسِ تصوّف ہی سے بدظن ہو گیا۔ دوسری طرف خود یہ غیر اسلامی تصوّف اپنی ساری افادیت کھو بیٹھا بلکہ جہلا کے حق میں تو افیون بن گیا اور اہل خانقاہ کے حق میں بے عملی کا بہانہ بن گیا۔

اقبال نے اپنے اردو فارسی کلام میں جگہ جگہ اسی غیر اسلامی تصوّف کی مذمت کی ہے اور بلاشبہ یہ ہے بھی مذمت کے لائق۔ یہ اسی غیر اسلامی تصوّف کا نتیجہ ہے کہ وہ خانقاہیں جہاں مسلمانوں کو ایزد پرستی کا درس دیا جاتا تھا آج شخصیت پرستی بلکہ قبر پرستی کا مرکز بنی ہوئی ہیں اور جہاں ہر طرف اتباعِ رسولؐ کے جلوے نظر آتے تھے، آج وہ خانقاہیں قوالی کی محفلوں میں تبدیل ہو گئی ہیں بلکہ شرک و بدعت کا مرجع بن گئی ہیں:۔۔۔ ؎

یہ معاملے ہیں نازک جو تری رضا ہو تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی (اقبالؔ)

میں محترمی و مکرمی مولانا امین احسن اصلاحی کا بہت ممنون ہوں کہ انھوں نے اس کتابچے کیلئے پیش لفظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی اور برادرم اسرار احمد سلمہٗ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کی طباعت کا انتظام کیا۔ اور قارئین سے التماس ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ مجھے اس ضخیم کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وابستۂ دامنِ حضرت مدنیؒ
فقیر یوسف سلیم چشتی

Marfat.com

مسلمانوں میں
غیر اسلامی تصوف کی اشاعت کے اسباب

اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں[1] کہ اسلامی تصوف، قرآن و حدیث (سنتِ نبویؐ) سے ماخوذ ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں (۱) توحید خالص (۲) تبلیغِ دین (۳) اتباعِ شریعت (۴) خدمتِ خلق (۵) جہاد

لیکن اس میں شک نہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف بھی راہ پا گیا اور یہ تصوف چونکہ عجمی یا غیر اسلامی تھا اس لئے اس کے اجزائے ترکیبی اسلامی تصوف کی ضد تھے یعنی (۱) شرک (حلول و اتحاد و انسان پرستی و تجسّم و تناسخ ارواح) (۲) رہبانیت (۳) تخریبِ دین (۴) اباحتِ مطلقہ (۵) نفاق و مداہنت[2]

یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مولنا حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب تک، ملت اسلامیہ کے تمام مجددین اور اولیائے امت نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس غیر اسلامی تصوف کے خلاف علم جہاد بلند کیا، اور مسلمانوں کو اس کے مفاسد سے آگاہ کر کے بلا خوفِ لومۃ لائم اپنا فرضِ منصبی انجام دیا

بہرکیف جس طرح بعض مسلمانوں کی گمراہی سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آسکتا اسی طرح بعض صوفیوں کی گمراہی سے اسلامی تصوف مورد طعن نہیں بن سکتا۔ آئندہ سطور

---

[1] دیکھیے میثاق اگست ۱۹۶۶ء

[2] ترجمان حقیقت اکبر الہ آبادی مرحوم نے اس شعر میں انہی مفاسد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلام باری نے ہم میں آکر
سرے سے بگڑا ہے پیچ جو پوچھو عرب کا مذہب عجم میں آکر

Marfat.com

میں ہم یہ دکھادیں گے کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی یا عجمی تصوّف کی اشاعت کے اسباب کیا تھے۔ واضح ہو کہ یہ بحث بہت تفصیل طلب ہے مگر اس کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم اجمال پر اکتفا کریں گے۔

پہلی بحث واضح ہو کہ ابتدائے اسلام سے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کے وسط تک مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہ تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو حزب اللہ قرار دیا گیا ہے۔

"اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥" (۵۸/۲۲)

"یہ لوگ (جن کی صفات اوپر بیان ہو چکی ہیں) اللہ کی پارٹی یا جماعت یا فوج ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً اللہ ہی کی جماعت فلاح پائے گی"

ظاہر ہے کہ اگر کسی فوج یا جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جاتے تو اس کا خاتمہ یا مغلوب ہو کر غلام ہو جانا اور اپنی ہستی سے محروم ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے از روئے عقل و نقل، مسلمانوں میں کوئی فرقہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا اور اسی لئے اللہ نے قرآن حکیم میں بار بار مسلمانوں کو تنبیہ فرمایا ہے کہ دیکھو اپنے اندر فرقہ بندی، گروہ بندی، تشتت، افتراق یا پارٹی بازی کو راہ نہ دینا، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ بخوف طوالت صرف چند آیتوں پر اکتفا کرتا ہوں:-

(ل) "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص" (۳-۱۰۳)

"اے مسلمانو! تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لو اور مختلف فرقوں میں منقسم مت ہو۔" (۳-۱۰۳)

(ب) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ (۳-۱۰۵)

اور اے مسلمانو! ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی طرح مت ہو جانا جو مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور جنہوں نے اللہ کی طرف سے واضح دلیلیں آجانے کے بعد بھی آپس میں اختلاف کیا (اور اس اختلاف کی وجہ سے ان میں عقائد کی خرابیاں پیدا ہو گئیں)

Marfat.com

(ج) إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ (۱۵۹/۶)

"جن لوگوں (مسلمانوں) نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے تم کو ان سے کوئی علاقہ یا سروکار نہیں ہے۔"

(د) وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ (۸-۴۶)

"اے مسلمانو! آپس میں نزاع (جھگڑا) مت کرو کیونکہ نزاع سے تفرقہ پیدا ہو گا اور فرقہ بندی سے تمہارے اندر بزدلی پیدا ہو گی اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو۔"

اس آخری آیت سے فرقہ بندی کی مضرت کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کا نازل کرنے والا مسلمانوں کو ایک متحد الخیال اور متحد المقصد فوج کے افراد قرار دیتا ہے، جن کے حق میں اختلاف سم قاتل سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ اسی لئے انہیں متنبہ کرتا ہے کہ دیکھنا! کہیں آپس میں نزاع کو راہ نہ دینا اور فرقوں میں منقسم نہ ہو جانا، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہاری جماعت کے اندر مختلف الخیال گروہ (فرقے) پیدا ہو جائیں گے اور فرقہ بندی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم آپس میں لڑو گے اور آپس کی لڑائی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا، بالفاظِ دگر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تمہارے اندر بزدلی پیدا ہو جائے گی۔ اس تنبیہ کے بعد آخری نصیحت یہ فرمائی کہ دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہو!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تجربہ کار سپہ سالار اپنی فوج کے نوجوانوں کو نصیحت کر رہا ہے۔ فی الجملہ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ قرآن حکیم مسلمانوں کو اللہ کی فوج قرار دیتا ہے اور اس کی مزید تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔

أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (۱۹/۵۸)

"یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کے گروہ کے لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔"[۵]

---

[۵] قرآن کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صرف دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہے (۱) حزب اللہ (اللہ کی جماعت) (۲) حزب الشیطان (شیطان کی جماعت) ان دو کے علاوہ جس قدر جماعتیں ہیں وہ انسانوں نے خود بنائی ہیں۔

Marfat.com

یہ حقیقت کہ قرآن کی رُو سے (اللہ کی نگاہ میں) مسلمان قوم یا ملت اسلامیہ۔ اللہ کی فوج ہے اس آیت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ط

"بلاشبہ اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔ (۶۱-۴)

چونکہ مسلمان اللہ کی فوج ہیں اسی لئے ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری سے غافل نہ ہوں۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ الخ (۸-۶۰)

"اے مسلمانو! دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کرو جس قدر تم سے ممکن ہو سکے یعنی مادی قوت فراہم کرو اور گھوڑے باندھو (یعنی پلٹن اور رسالے تیار کرو)

اس سلسلے میں قول فیصل یہ ہے کہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے یعنی جس طرح دنیاوی حکومتوں میں یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک شخص فوج میں بھرتی ہوتا ہے تو اسی وقت سے وہ اپنی زندگی اور اپنی مرضی افسرِ فوج کے حوالے کر دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک شخص جب کلمہ پڑھ لیتا ہے تو حزبُ اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے اپنی جان یا اپنے مال پر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا:۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ الخ (۹-۱۱۱)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے اب ان کا کام صرف یہ ہے کہ) وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے (جس کا نتیجہ لازمی طور سے یہ ہوگا کہ) وہ قتل کریں گے اور قتل ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں اس نوعیت کی آیتیں بہت سی ہیں۔ ایضاح مقصد کے لئے اتنی ہی

Marfat.com

آیتیں کافی ہیں۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کی امتیازی صفت یہ بیان کی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ الخ (۴۸-۲۹)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں

ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں (مگر) آپس میں رحیم ہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے کیونکہ فرقہ بندی کا لازمی نتیجہ آپس میں نزاع ہے۔

بلاشبہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو خدائی فوجدار قرار دیا ہے یعنی ان کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا سے برائی کو مٹائیں اور نیکی کی اشاعت کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ :۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ (۳-۱۱۰)

"اے مسلمانو! تم دنیا میں بہترین جماعت ہو جو انسانوں کو نیکی کا حکم دو گے اور برائیوں سے منع کرو گے۔"

ظاہر ہے کہ اگر مسلمان خود مختلف فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے تو نہ ان میں اتحاد باقی رہے گا نہ دوسروں کی اصلاح کا جذبہ باقی رہے گا اور نہ اس کے لئے وقت مل سکے گا جو جماعت آپس میں لڑنے لگتی ہے وہ خود محتاجِ اصلاح ہو جاتی ہے۔

قصہ کوتاہ قرآن کی ان صریح آیتوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے اور منشائے ایزدی کی عملاً تردید ہے۔

یہ آیتیں صدرِ اوّل کے مسلمانوں کے سامنے تھیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کی مدت میں ان کے اندر وحدتِ افکار و کردار پیدا کر دی تھی۔ تمام مسلمانوں کے سامنے ایک ہی مقصد تھا اور ایک ہی نصب العین تھا یعنی اعلاءِ کلمۃ الحق۔ اللہ کے کلمے (قرآن) کو دنیا میں بلند کرنا اُن کا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے[1] تھا۔

---

[1] قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ (۶-۱۶۳)

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۵ پر)

Marfat.com

اللہ سے بڑھ کر فطرتِ انسانی کا عالم اور کون ہو سکتا ہے؟ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اگر وہ کسی شخصیت کو اپنا مقصود بنا لے اور اس کے لئے اپنی زندگی بسر کرنے لگے تو رفتہ رفتہ وہ خدا پرستی سے بیگانہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب غیر اللہ مطمح نظر اور مقصود حیات بن گیا تو اللہ خود بخود نگاہ اور دل اور دماغ سب سے اوجھل ہو جائے گا اور شخصیت پرستی چونکہ شرک عظیم ہے اس لئے مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا، مشرک ہو جائے گا۔ ویسا ہی مشرک جیسا کہ عیسیٰ یا کرشن یا لات و ہُبل کا پرستار۔

اس لئے قرآن نے شخصیت پرستی کا خاتمہ کر دیا اور تاریخ مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ قرآن سے بڑھ کر کسی الہامی یا آسمانی کتاب نے شخصیت پرستی کی تردید نہیں کی۔ کسی انسان کی پرستش کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ اس انسان میں الوہیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اسی عقیدے نے رفتہ رفتہ تجسم یا حلول یا اوتار کے عقیدے کی شکل اختیار کر لی۔ دنیا میں جن جن انسانوں کی پرستش کی گئی ہے۔ پہلے ان میں الوہیت تسلیم کی گئی پھر ان کی پرستش شروع ہوئی اسی لئے قرآن نے شخصیت پرستی کا جس خوبی سے سدّباب کیا ہے وہ مذاہبِ عالم کی تاریخ میں بے نظیر ہے:۔

(و) مسلمانوں کو حکم دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے پہلے آپ کی بشریت اور عبدیت کا اقرار کریں۔

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اس کلمۂ شہادت میں عبدہٗ پہلے ہے رسول بعد میں ہے۔

(ب) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (۱۸-۱۱۰)

"اے رسول آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں۔"

(ج) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ (۳-۱۴۴)

بقیہ حاشیہ صد۱۳ سے آگے: "آپ کہہ دیجئے کہ بلا شبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔"

Marfat.com

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں مگر رسولؐ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ وفات پاجائیں یا قتل ہوجائیں تو اے مسلمانو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے یعنی اسلام چھوڑ دو گے؟

اس نص صریح سے ثابت ہوا کہ اسلام کی روح خدا پرستی ہے، شخصیت پرستی نہیں ہے خواہ وہ شخصیت رسول ہی کی کیوں نہ ہو۔ اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام میں کوئی شخصیت رسول اللہ صلعم سے ارفع نہیں ہے لیکن اللہ نے اپنے دینِ اسلام کو رسول صلعم کی شخصیت سے بھی وابستہ نہیں کیا — تا بدیگراں چہ رسد؟

اسلام کی تاریخ میں حضرت صدیق اکبرؓ کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ اسلام شخصیت پرستی کا نام نہیں ہے بلکہ خدا پرستی کا نام ہے یعنی مسلمان کا مقصود و مطلوب صرف اللہ ہے جو حیٌّ لَّا یَمُوْت ہے۔

جب سالم بن عبید کے ذریعہ حضرت ابوبکرؓ کو حادثۂ رحلتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی تو آں جنابؓ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر کاشانہ نبوت میں تشریف لائے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر رُخِ روشن سے چادر اٹھائی۔ پیشانی مبارک پر بوسہ دیا۔ گریہ کناں آپؐ کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوئے۔

> "میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ زندگی میں بھی پاک اور صاف رہے اور اب موت کے بعد بھی پاک اور صاف ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ آپ کو ہرگز دو موتیں نہیں دے گا۔ وہ موت جو اللہ نے آپ کے لئے مقدر کر دی تھی، وہ تو آپ کو آ ہی گئی۔"

یہ کہہ کر مسجدِ نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں عجیب کہرام مچا ہوا تھا فاروقِ اعظمؓ کہہ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی ہے صدیق اکبرؓ

Marfat.com

نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے تو آں جناب رضؓ نے تقریر شروع کی۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات (صلی اللہ علیہ وسلم) ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیّ لا یموت۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ۝ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ الخ

"جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سُن لے کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ بے شک زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں مگر اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں پس اگر ان کو موت آجائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل، پیچھے کو لوٹ جاؤ گے؟ (اسلام ترک کر دو گے؟) اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا۔"

یہ تقریر سُن کر حاضرین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن ساتھ ہی انہیں ایسا معلوم ہوا کہ یہ آخری آیت گویا انہیں معلوم ہی نہ تھی۔ اب حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی تلاوت کی تو ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا، اور یہ آیت اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ ہر شخص اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

خلاصۂ کلام این کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضؓ نے زبانی تعلیم اور اپنے طرز عمل سے یہ بنیادی حقیقت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کر دی تھی کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے اور مسلمانوں کی حیات اجتماعی کے حق میں سمِ قاتل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبویؐ اور عہد خلافت شیخین رضؓ میں کوئی فرقہ موجود نہ تھا

Marfat.com

اور اس وحدتِ فکر و عمل ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ مسلمانوں نے خلافت شیخین رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں عدیم المثال کامیابی حاصل کی جس کی تفصیل تاریخ اسلام کے صفحات سے واضح ہو سکتی ہے۔ یہ کامیابی اس قدر حیرت انگیز ہے کہ آج تک بہت سے غیر مسلم مؤرخین کے لیے ایک عقدۂ لاینحل بنی ہوئی ہے۔ اقبال نے اسی عقدے کو اس شعر میں حل کیا ہے ۔

وحدتِ افکار و کردار آفریں　　تا شوی اندر جہاں صاحب نگیں

دوسری بحث مسلمانوں کے ہاتھوں یہود کو جو ذلت نصیب ہوئی، اس کی خلش ان کے دل سے کبھی محو نہ ہو سکی چنانچہ مسلمانوں کی طاقت کو ضعف پہنچانے اور اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لئے، حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آخری دور میں یمن کے ایک یہودی عبداللہ ابن سبا نے مدینے میں آکر منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا۔

کسی یہودی کے لئے مسلک نفاق اختیار کرنا کوئی نئی یا دشوار بات نہیں تھی خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عبداللہ ابن ابی نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کرلیا تھا وہ جب تک زندہ رہا فتنہ پردازی میں مشغول رہا لیکن حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں، دینِ حق میں کسی قسم کے باطل کی آمیزش نہ کر سکا۔

چونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن سبا کوئی تاریخی شخصیت نہیں ہے اس لئے اس کی فتنہ پردازی کی داستان قلمبند کرنے سے پہلے چند تاریخی شواہد پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ اس کی شخصیت متحقق ہو جائے۔

۱۔ مہدی نوجیدی پور (پیرو مذہب شیعہ) نفحات الانس (جامیؒ) کے مقدمے میں صلا ۲ پر لکھتا ہے۔

"اولیں کسیکہ نسبتِ الوہیت بحضرتِ امیر داد، عبداللہ ابن سبا بود کہ در زمانِ آنحضرت زندگی میکرد۔"

ترجمہ :۔ "پہلا شخص جس نے حضرتِ امیر کو الوہیت سے نسبت دی عبداللہ

Marfat.com

نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے تو آں جناب رضؓ نے تقریر شروع کی۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات (صلی اللہ علیہ وسلم) ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیّ لا یموت۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ٥ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ الخ

"جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ بے شک زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں مگر اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں پس اگر ان کو موت آجائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کو لوٹ جاؤ گے؟ (اسلام ترک کردو گے؟) اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا۔"

یہ تقریر سن کر حاضرین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن ساتھ ہی انہیں ایسا معلوم ہوا کہ یہ آخری آیت گویا انہیں معلوم ہی نہ تھی۔ اب حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کی تلاوت کی تو ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا، اور یہ آیت اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ ہر شخص اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

خلاصۂ کلام این کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضؓ نے زبانی تعلیم اور اپنے طرز عمل سے یہ بنیادی حقیقت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کر دی تھی کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے اور مسلمانوں کی حیات اجتماعی کے حق میں سمِ قاتل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبویؐ اور عہد خلافت شیخینؓ میں کوئی فرقہ موجود نہ تھا

Marfat.com

اور اس وحدتِ فکر و عمل ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ مسلمانوں نے خلافت شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں عدیم المثال کامیابی حاصل کی جس کی تفصیل تاریخ اسلام کے صفحات سے واضح ہو سکتی ہے۔ یہ کامیابی اس قدر حیرت انگیز ہے کہ آج تک بہت سے غیر مسلم مؤرخین کے لئے ایک عقدۂ لاینحل بنی ہوئی ہے۔ اقبال نے اسی عقدے کو اس شعر میں حل کیا ہے ؎

وحدتِ افکار و کردار آفریں — تا شوی اندر جہاں صاحب نگیں

دوسری بحث مسلمانوں کے ہاتھوں یہود کو جو ذلت نصیب ہوئی، اس کی خلش ان کے دل سے کبھی محو نہ ہو سکی چنانچہ مسلمانوں کی طاقت کو ضعف پہنچانے اور اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لئے، حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آخری دور میں یمن کے ایک یہودی عبداللہ ابن سبا نے مدینے میں آکر منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا۔

کسی یہودی کے لئے مسلک نفاق اختیار کرنا کوئی نئی یا دشوار بات نہیں تھی خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عبداللہ ابن ابی نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا وہ جب تک زندہ رہا فتنہ پردازی میں مشغول رہا لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں، دینِ حق میں کسی قسم کے باطل کی آمیزش نہ کر سکا۔

چونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن سبا کوئی تاریخی شخصیت نہیں ہے اس لئے اس کی فتنہ پردازی کی داستان قلمبند کرنے سے پہلے چند تاریخی شواہد پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ اس کی شخصیت متحقق ہو جائے۔

۱۔ مہدی توحیدی پور (پیرو مذہب شیعہ) نفحات الانس (جامیؒ) کے مقدمے میں صفحہ ۲ پر لکھتا ہے

"اولیں کسیکہ نسبتِ الوہیت بحضرت امیر داد، عبداللہ ابن سبا بود کہ در زمانِ آنحضرت زندگی میکرد۔"

ترجمہ:۔ "پہلا شخص جس نے حضرتِ امیر کو الوہیت سے نسبت دی عبداللہ

ابن سبا تھا جس نے آنحضرتؐ کے زمانے میں زندگی بسر کی۔"

۲۔ ڈاکٹر کلین (KLEIN) "الابانہ عن اصول الدیانہ" کے انگریزی ترجمے کے مقدمے میں صفحہ ۸۰ پر لکھتا ہے۔

"عبداللہ ابن سبا یہودی نومسلم نے جب حضرت علیؓ سے ملاقات کی تو ان سے یہ کہہ کر مخاطب ہوا "انت انت" اس جملے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ تو خدا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے اسے جلاوطن کر دیا کیونکہ ان کی رائے میں یہ جملہ کفر صریح تھا۔ لیکن عبداللہ ابن سبا کے پیروؤں کے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو چکا تھا کہ حضرت علیؓ اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ نیز یہ کہ ان کے اندر الوہیت کا ایک جزء حلول کر گیا تھا اور یہ جزء الوہیت بصورت تناسخ ارواح، ان کے جانشینوں میں درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہا۔"

۳۔ سر ولیم میور (MUIR) اپنی تصنیف "الخلافت۔ اس کا عروج، انحطاط اور زوال" میں صفحہ ۲۱۶ پر لکھتا ہے۔

"۳۲ھ میں جبکہ ابن عامر، بصرے کا گورنر تھا، عبداللہ ابن سبا نے جسے عام طور سے ابن سوداء کہتے تھے، بصرے میں آکر اسلام قبول کیا۔ لیکن بہت جلد یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ وہ دراصل حکومت وقت کے خلاف شدید باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ بلکہ اس کی ذات مجسم بغاوت تھی۔ چنانچہ انہی باغیانہ خیالات کی وجہ سے اسے بصرہ، کوفہ اور دمشق سے پے درپے جلا وطن کیا گیا۔ انجام کار مصر میں اسے گوشۂ عافیت میسر آگیا اور یہاں بیٹھ کر اس نے عجیب و غریب بلکہ ہوشربا اور سراسر اسلام کے خلاف عقائد کی اشاعت شروع کی۔ مثلاً"

(ا) حضرت عیسیٰؑ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

(ب) فی الحال حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے وصی، وارث یا جانشین ہیں۔

(ج) حضرت عثمانؓ نعوذ باللہ منہ غاصب ہیں۔

Marfat.com

اس لئے جب تک ان کی حکومت کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا اس وقت تک صداقت اور عدالت کا قیام ناممکن ہے۔ مصر میں ان عقائد کو بہت جلد قبولیت حاصل ہو گئی۔

۴۔ پروفیسر نکلسن اپنی تصنیف "عربوں کی ادبی تاریخ" میں ص۲۱۵ پر لکھتا ہے۔

"عبداللہ ابن سبا جس کا صحیح تلفظ سبا ہے یمن کے شہر صنعا کا باشندہ تھا اور دراصل یہودی تھا حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اسلام لایا اور بظاہر ایک گشتی مبلغ بن گیا طبری کہتا ہے کہ اس نے مختلف شہروں کا سفر کیا اور اس کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا تھا۔ انجام کار اس نے مصر میں سکونت اختیار کر لی یہاں اس نے مسلمانوں کو "رجعت" کی تعلیم دینا شروع کی یعنی اس نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ بات صداقت سے کس قدر بعید ہے کہ ایک مسلمان اس بات پر تو ایمان رکھتا ہے کہ مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رجعت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ خدا نے قرآن مجید (۲۸-۸۵) میں اعلان فرمایا ہے کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار انبیاء ایسے گذرے ہیں جن میں ہر نبی کا ایک وصی تھا۔ لہذا حضرت علیؓ آنحضرت کے وصی ہیں جس طرح آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں۔ ابن سبا (نقل کفر کفر نباشد) خلفائے ثلاثہؓ کو (نعوذ باللہ) غاصب قرار دیتا تھا اس نے حضرت علیؓ کی حمایت میں سازشوں کا جال بچھا دیا اور اسلامی سلطنت کے مختلف صوبوں میں جو لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے ان سے خفیہ مراسلت کا سلسلہ شروع کر دیا۔" (دیکھو طبری ۱/ ۲۹۴۲، ۲)

۵۔ ڈاکٹر جے این ہالسٹر اپنی تصنیف "شیعان ہند" میں ص۱۵ پہ لکھتا ہے۔

"حضرت علیؓ کے حق میں عبداللہ ابن سبا نے سب سے پہلے پروپیگنڈہ شروع کیا۔ وہ صنعاء کا یہودی تھا حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اسلام لایا اور مختلف شہروں میں جاکر ان عقائد کی تبلیغ کی کہ آنحضرت (صلعم) دوبارہ اس دنیا

Marfat.com

میں تشریف لائیں گے اور حضرت علیؓ آنحضرت (صلعم) کے وصی ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ خلفائے ثلاثہؓ (نعوذ باللہ) غاصب ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کے اندر جو الوہیت تھی وہ ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی ذات میں منتقل ہو گئی جو لوگ حضرت عثمانؓ سے ناخوش تھے۔ انھوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔"

۶۔ پروفیسر پی کے ہِٹّی اپنی تصنیف "عربوں کی تاریخ" مطبوعہ لندن طبع چہارم ۱۹۴۹ء میں ص۲۴۰ پر لکھتا ہے۔

"عبداللہ ابن سبا، جس کی شخصیت ایک معما ہے، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں مسلمان ہوا اُس نے حضرت علیؓ کی تعظیم میں اس درجہ مبالغہ کیا کہ وہ پریشان ہو گئے یہ شخص غالی شیعہ فرقے (غُلاۃ) کا بانی تھا۔"

۷۔ پروفیسر عباس اقبال، معلم دار المعلمین عالی، طہران، اپنی تالیف "خاندانِ نوبختی" کے ص۲۵۷ پر لکھتا ہے۔

"سبائیہ :۔ اولین فرقہ غلاۃ، طرفداران عبداللہ بن سبا کہ پیش از ہر کس باظہار طعنِ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ پرداختند و معتقد بحیاتِ جاوید و رجعت حضرت علیؓ و الوہیت او بودہ اند۔ امیر المؤمنین علی، عبداللہ بن سبا را بقتل رساند۔ فرقہ نصیریہ از باز ماندگانِ سبائیہ بودہ اند" لفظی ترجمہ یہ ہے۔

سبائیہ غالی فرقوں میں سے سب سے پہلا فرقہ ہے یہ لوگ عبداللہ ابن سبا کے طرفدار تھے جنہوں نے سب سے پہلے (حضرات) ابوبکر و عمر و عثمان (رض) پر طعن کا اظہار کیا، اور یہ لوگ حضرت علی کی حیاتِ جاوید اور رجعت (دوبارہ دنیا میں واپسی) اور الوہیت کے معتقد تھے۔ امیر المؤمنین علی نے عبداللہ ابن سبا کو قتل کر دیا۔ فرقہ نصیریہ کے افراد، اسی فرقہ سبائیہ کے باقی ماندہ افراد میں سے تھے۔

۸۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی مشہور تالیف "الملل والنحل" میں کہتے ہیں۔

"ومن ذلک سبائیہ۔ اصحاب عبداللہ بن سبا کہ با امام المتقین حیدر گفت تو تی

Marfat.com

کہ توئی بکنایۂ آں شنقادت پیشہ می گفت کہ تو خدائی اول کسے بود کہ بفرضیت امامت علی رضی اللہ عنہ قایل شد واصناف غلاۃ ازیں مخذول منشعب گشتند۔ ورائے خامد بداں ذاہب شد کہ امام المتقین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتول نگشتہ ودر آں حضرت جزوے از اجزائے الٰہی موجود است تعالیٰ اللہ عما یقولون رعد صوتِ اوست و برق تازیانۂ اوست"۔

(ترجمہ از افضل الدین صدر ترکہ اصفہانی بخش اول صفحہ ۱۹۸)

لفظی ترجمہ یہ ہے:۔ اوران فرقوں میں سے ایک فرقہ سبائیہ ہے۔ یہ عبداللہ بن سبا کے اصحاب ہیں جس نے حضرت علی سے کہا کہ تو، تو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو خدا ہے۔ عبداللہ ابن سبا، پہلا شخص ہے جو امامت علیؓ کی فرضیت کا قائل ہوا اور غلاۃ کے مختلف فرقے اسی مخذول شخص کی تعلیمات سے پیدا ہوئے۔ اس کی رائے ہیں:۔

(۱) حضرت علیؓ مقتول نہیں ہوئے۔

(۲) اوران میں الوہیت کے اجزاء میں سے ایک جُزو موجود تھا (اللہ کی شان ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں بہت بلند ہے) رعدان کی آواز ہے اور برق ان کا تازیانہ ہے"

مجھے یقین ہے کہ ان شواہد کا مطالعہ کرنے کے بعد کسی شخص کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی تامّل نہ ہوگا۔ کہ عبداللہ ابن سبا، تاریخ اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا بیج بویا۔

باز آمدم بر سرِ مطلب۔

عبداللہ ابن سباء نے جن عقائد کی تلقین کی ان کا اجمالی تذکرہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے ان کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ اُس نے ایک تیر سے دو شکار کئے۔

(۱) اسلام کے بنیادی عقائد میں غیر اسلامی اور مشرکانہ عقائد داخل کر دیئے۔

Marfat.com

(۲) مسلمانوں کی وحدت ملی اور یک جہتی ویکرنگی اور یک رنگی کو پارہ پارہ کر دیا۔

بالفاظ دگر وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہوگیا۔ یعنی اس نے حضرت علیؓ کو خدا بنا کر مسلمانوں میں انسان پرستی کا عقیدہ راسخ کر دیا اور تفرقہ پیدا کر کے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کر دیا۔

اس شخص کی منافقانہ روش اور فتنہ انگیزی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کرایا لیکن جو خفیہ جماعت اس نے پیدا کر دی تھی اور جس قسم کے غیر اسلامی عقائد اس جماعت میں راسخ کر دیئے تھے۔ ان دونوں باتوں کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی جماعت کو ایران میں قبول عام کی سند حاصل ہو گئی۔ کیونکہ یہودیوں کی طرح ایرانی بھی عرب مسلمانوں سے شدید نفرت کا جذبہ دل میں پوشیدہ رکھتے تھے اور جن عقائد کی ابن سبا نے تبلیغ کی تھی۔ وہ اُن کے لئے قابل قبول تھے۔ خصوصاً حلول کا عقیدہ جو ان میں پہلے ہی سے موجود تھا۔

تیسری بحث

حضرت جعفر (شیعوں کے چھٹے امام) نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ اُن کی وفات کے بعد ان کے متبعین میں دو گروہ پیدا ہو گئے۔

۱۔ جس نے ان کے چھوٹے بیٹے حضرت موسیٰ کاظم کو ان کا جانشین تسلیم کیا وہ آگے چل کر امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

۲۔ جنہوں نے ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو ان کا جانشین تسلیم کیا وہ آگے چل کر اسمٰعیلیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہمیں اس وقت اسی دوسرے گروہ کی مختصر داستان لکھنی مقصود ہے۔

یہ فرقہ اگرچہ شیعیت ہی کی ایک شاخ ہے مگر جن لوگوں نے اس فرقے کی رہنمائی کی انہوں نے اسے ایک تخریبی تحریک بنا دیا اور آگے چل کر یہ تحریک اپنے معتقدات اور اعمال کے لحاظ سے شیعیت سے بھی کوسوں دور ہو گئی۔

تاریخ اسلام میں اس تحریک کو ملاحدہ، باطنیہ، تعلیمیہ اور قرامطہ کے رسوائے عام لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ ہم ذیل میں اس کی مختصر داستان قلمبند کرتے ہیں کیونکہ

Marfat.com

یہی فرقہ دنیائے اسلام میں غیر اسلامی تصوف کا بانی ہے۔

واضح ہو کہ اس فرقے نے شروع سے عبداللہ ابن سبا کے غالی عقائد (عقیدہ الوہیت علی و رجعت و تناسخ ارواح و حلول) ہی اختیار کر لئے تھے۔ پروفیسر براؤن ایران کی ادبی تاریخ جلد اوّل ص۳۱۱ پر لکھتا ہے۔ "جو عقائد غلاۃ شیعہ میں مشترک ہیں وہ حسب ذیل چار عقائد ہیں:-

۱۔ تشبیہہ (خدا کا انسانی شکل میں ظہور)

۲۔ مشیت ایزدی میں تبدیلی (بدأ)

۳۔ امام کی واپسی (رجعت)

۴۔ تناسخ (ایک امام کی روح کا دوسرے یعنی جانشین کی شخصیت میں حلول کرنا)

ظاہر ہے کہ یہ سب عقائد، قرآن کے سراسر خلاف ہیں۔ اسی لئے مسٹر اسٹینلی لین پول اپنی تصنیف داستانِ قاہرہ مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء میں ص۱۲۱ پر لکھتا ہے"۔ اپنی باطنی روح کے اعتبار سے فاطمیین مصر کا مذہب محمڈزم نہیں ہے۔"

ڈاکٹر ادلیری نے بھی اپنی تصنیف "تاریخ خلفائے بنی فاطمہ مصر" میں ص۲۱ پر لکھا ہے۔ "اسمٰعیلیہ فرقے میں شروع ہی سے غلاۃ شیعہ کی خصوصیات پیدا ہو گئی تھیں یعنی (۱) تاویل (۲) تجسیم (۳) حلول (۴) تناسخ روحِ امام بقالب دیگر۔"

اب ہم براؤن کی تاریخ جلد اوّل سے اس تحریک کی داستان قلمبند کرتے ہیں۔

مہدی کے عہد حکومت میں المقنع نے خروج کیا۔ ابن خلکان نے اپنی مشہور تالیف وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ المقنع کا اصلی نام عطا تھا اس نے جادو اور طلسمات میں مہارت حاصل کی اور خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے اپنے پیروؤں سے کہا کہ سب سے پہلے خدا نے آدم میں حلول کیا یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ الغرض خدا اسی طرح تمام انبیاء میں حلول کرتا گیا تا آنکہ ابومسلم خراسانی کے جسم میں داخل ہوا اور اس کی وفات کے بعد اب خدا نے میرے اندر حلول کیا ہے۔[1]

---

[1] اس کے دعوے سے ایرانی ذہنیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

چونکہ یہ شخص نہایت کریہہ المنظر اور کانا تھا۔ قصیر القامت اور ہکلا تھا اور اپنے بدنما چہرے پر سنہرا نقاب ڈالے رہتا تھا۔ اسی لئے اسے المقنع لکھتے ہیں۔ یہ شخص ۱۶۹ھ میں قتل کیا گیا۔

۲۔ مامون کے عہد میں بابک خرمی نے خروج کیا۔ یہ شخص بھی الوہیت کا مدعی تھا۔ بقول طبری اس شخص نے بیس سال تک ایران میں شدید ہنگامہ برپا رکھا۔ انجام کار افشین نے ۲۲۳ھ میں اسے قتل کیا۔ المقنع اور بابک نے خدائی کا دعویٰ کر کے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور بقول مسعودی (کتاب التنبیہ) بابک نے پانچ لاکھ کے قریب مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان دونوں کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ ابن میمون القداح کی تخریبی سرگرمیوں کے لئے زمین ہموار کی۔

۳۔ ہٹی اور براؤن دونوں نے لکھا ہے کہ فرقہ اسمٰعیلیہ کی سیاسی تنظیم اور مذہبی عقائد کی تدوین کا سہرا عبداللہ ابن میمون القداح کے سر ہے۔ الفہرست میں مرقوم ہے[1] کہ یہ شخص اہواز کا باشندہ تھا۔ اس نے پہلے بصرے میں قیام کیا۔ پھر سلامیہ (شام) کو اپنا مرکز بنایا اور یہاں سے تمام دنیائے اسلام میں اپنے دعاۃ کو اسمٰعیلی مذہب کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ اس نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

۴۔ حمدان قرمط: یہ شخص القداح کا سب سے بڑا حامی تھا۔ اس کا نام حمدان بن اشعث تھا۔ یہ دراصل ایک عراقی کاشتکار تھا۔ چونکہ اس کی ٹانگیں بہت چھوٹی تھیں اس لئے اسے قرمط کہتے تھے۔ اس نے اسمٰعیلی مذہب کو باطنی تحریک میں تبدیل کر دیا۔ اور اسی لئے اسمٰعیلی باطنی فرقہ اس کے نام سے موسوم ہو گیا یعنی قرامطہ۔ قرامطہ نے الجنابی کی سربراہی میں ایک آزاد ریاست قائم کر لی اور اس کے بیٹے ابوطاہر نے ۹۳۰ء میں مکے پر حملہ کر کے حجر اسود اکھیڑ لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔[2] بقول براؤن انہوں نے

---

[1] براؤن جلد اول صفحہ ۳۹۶ د ہٹی صفحہ ۴۴۲ [2] یہاں قرامطہ کے مظالم کی داستان بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک کارنامہ درج کر دیا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

سو سال تک سلطنت عباسیہ کے باشندوں کو خوفزدہ رکھا۔[1]

القداح کے عقائد: اس نے اپنی تحریک کو اسمٰعیلی فرقے کے ساتویں امام اسمٰعیل سے منسوب کیا۔ اس لئے اس تحریک کا نام اسمٰعیلی تحریک ہوا۔ مگر اس تحریک کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مثلاً سبعی، باطنی، تعلیمی، فاطمی، قرمطی، و حشیشی لیکن مؤرخوں نے اس تحریک کو ملاحدہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

القداح کے عقائد حسب ذیل ہیں۔

ا۔ اس مذہب میں سات کا عدد بہت مقدس ہے اس کے بعد بارہ کا عدد مثلاً سبعہ سیارہ اور دوازدہ بروج۔ ہفتے کے سات دن اور سال کے بارہ مہینے۔

ب۔ اصول ہفت گانہ:۔ خدا، عقلِ کلی، نفس کلی، انسان، مادہ، زمان، مکان۔

ج۔ سات صاحب شریعت نبی یا رسول:۔ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، آنحضرت صلعم اور محمد التام (کامل) ابن اسمٰعیل ابن جعفر۔

د۔ ہر رسول کے ساتھ جس کا لقب ناطق ہے ایک معاون بھی ہے جس کا لقب صامت ہے تفصیل اس کی یہ ہے۔ آدم کے ساتھ شیث۔ نوح کے ساتھ سام ابراہیم کے ساتھ اسمٰعیل۔ موسیٰ کے ساتھ ہارون۔ عیسیٰ کے ساتھ پطرس۔ آنحضرتؐ کے ساتھ علیؓ اور محمد بن اسمٰعیل کے ساتھ القداح۔

۲۔ القداح نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے مبلغین تیار کئے ان کا لقب داعی تھا۔ دعاۃ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ جس شہر میں جاتے وہاں کوئی پیشہ مثلاً تجارت یا طبابت اختیار کر لیتے سب سے پہلے وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے متقی، مقدس اور متورع ہونے کا نقش جماتے تھے جب لوگ ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے تھے تو وہ ان کے قلوب میں فلسفیانہ سوالات کے ذریعہ سے شکوک و ساوس اور اضطراب پیدا کرتے تھے۔ مثلاً

۱۔ خدا نے یہ دنیا چھ دن میں کیوں پیدا کی جبکہ وہ ایک ساعت میں پیدا کر سکتا تھا۔

۲۔ صراط مستقیم کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

---

[1] براؤن جلد اول ص۴۰۱

Marfat.com

۳۔ عذاب دوزخ کی حقیقت کیا ہے؟ دوزخیوں کی کھال کس طرح بدلی جائے گی؟
۴۔ رمیٔ جمار کی حقیقت کیا ہے؟
۵۔ دوزخ کے دروازے سات کیوں ہیں؟ جنت کے دروازے آٹھ کیوں ہیں؟
۶۔ آسمان سات کیوں ہیں؟ سورۂ فاتحہ کی آیات سات کیوں ہیں؟
۷۔ کراماً کاتبین ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟
۸۔ حاملین عرش آٹھ کیوں ہیں؟ (قرآن ۶۹-۱۷)
۹۔ ابلیس کی کیا حقیقت ہے؟
۱۰ یاجوج وماجوج اور ہاروت وماروت سے کیا مراد ہے؟
۱۱۔ تمام حیوانات میں انسان ہی دو ٹانگوں پر کیوں کھڑے ہو کر چلتا ہے؟
۱۲۔ ہاتھوں میں دس انگلیاں کیوں ہیں؟
۱۳۔ چار انگلیوں میں تین تین پورے کیوں ہیں؟ انگوٹھے میں صرف دو کیوں ہیں؟
۱۴۔ صرف چہرے میں سات مخارج کیوں ہیں؟ آٹھ یا نو کیوں نہیں؟ جبکہ بقیہ تمام جسم میں صرف دو ہیں؟

یہ سوالات تبلیغ کی ابتدا میں کئے جاتے تھے جب سننے والا مضطرب ہو جاتا تھا تو اس کے دماغ میں فلسفیانہ قسم کے شکوک وشبہات پیدا کئے جاتے تھے۔
اور جب وہ مبہوت ہو جاتا تھا تو داعی اس سے کہتا تھا کہ تمہارے علماء کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ لیکن اگر تم میرا مذہب اختیار کرو تو میں تمہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کر دوں گا اس کی شرط یہ ہے کہ تم اپنی دولت یا کمائی میں سے ہماری تحریک کی مالی امداد کے لئے ایک رقم معین کر دو اور وعدہ کرو کہ جو تعلیم ہم تمہیں دینگے تم اُسے مخفی رکھو گے۔

اگر سامع اس شرط پر راضی ہو گیا تو اسے اس خفیہ جماعت کے پہلے درجے میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ القداح نے ۹ درجے مقرر کئے تھے۔ آخری درجے میں پہنچ کر طالبِ حق کو اسلام سے بیگانہ کر دیا جاتا تھا۔

Marfat.com

مقریزی اور نویری لکھتے ہیں کہ آخری درجے تک پہنچنے کے بعد طالب کے لئے اباحتِ مطلقہ کا دروازہ کھل جاتا تھا اور عقائد کے لحاظ سے وہ شخص فلسفہ ثنائین کا پیرو بن جاتا تھا[۱]

براؤن لکھتا ہے[۲] کہ آخری درجے تک پہنچ کر مرید مذہب اسلام سے بیگانہ ہوجاتا تھا اور فلسفی بن جاتا تھا بقول نویری وہ مانوی یا مجوسی یا فلسفیانہ عقائد اختیار کرلیتا تھا بلکہ اس کا مذہب مختلف عقائد و افکار کا مجموعہ بن جاتا تھا۔

القداح اور قرمط دونوں نے اپنے متبعین کو جنہیں دعاۃ کا منصب دیا۔ یہ نصیحت کی تھی کہ جس شخص کو تبلیغ کرو پہلے اس کے عقائد سے واقفیت حاصل کرو۔ پھر اپنے آپ کو اس کا ہم خیال ظاہر کرو تاکہ وہ تم سے بدظن نہ ہوجائے۔ جب وہ تم پر اعتماد کرے تو اس کے عقائد کو آہستہ آہستہ متزلزل کرنا شروع کرو۔ اس لئے ان دعاۃ نے ہر جگہ اسی حربے کو استعمال کیا اور کامیابی حاصل کی[۳]

چوتھی بحث

جس زمانے میں قرامطہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں مسلمانوں میں تصوف کا آغاز ہوچکا تھا اور مختلف سلسلے قائم ہوچکے تھے۔ قرامطہ نے صوفیوں کے حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کیا یعنی تصوف کے لباس میں صوفیوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اور اسلامی تصوف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش کرکے ایران میں اس غیر اسلامی تصوف کی بنیاد رکھ دی۔ جو رفتہ رفتہ تمام مسلمانوں میں شائع ہوگیا اور اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط ہوگیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنا عوام کے لئے ناممکن ہوگیا۔ کیونکہ جاہل عوام ہر زمانے میں اور ہر ملک میں دین اسلام کی حقیقت سے بیگانہ رہے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کو دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا مانتے رہے ہیں اور آج بھی مانتے ہیں۔

۱۔ دیکھو تاریخ خلافت بنی فاطمہ مؤلفہ اولیری صہ ۲۹۰۲

۲۔ دیکھو براؤن جلد اول صہ ۴۱۵

۳۔ دیکھو ڈاکٹر اولیری کی تالیف تاریخ خلافت بنی فاطمہ صہ ۳۱۰۳

Marfat.com

ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ ایران کے اکثر باشندوں نے اسلام کو صدق دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ قرامطہ نے جو غیر اسلامی عقائد جن کی وضاحت قبل ازیں کی جا چکی ہے تصوف کے لباس میں ایرانیوں کے سامنے پیش کئے مثلاً حلول، اتحاد، تجسیم، تناسخ وغیرہ وہ سب ایسے تھے جو قبل اسلام، ایران کے مختلف طبقوں میں مروج تھے اس لئے ان لوگوں نے ان عقائد کو بخوشی قبول کر لیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس مضمون سے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کر دیئے جائیں جو ایک غیر مسلم اے۔ ای کرمسکی (KRYMSKY) نے تصوف کے ارتقاء پر لکھا تھا اور جسے حال ہی میں اسلامک کوارٹرلی کے مدیر نے مجلۂ مذکور کی جلد ششم برائے سال ۱۹۶۱ء میں درج کیا ہے۔

"صوفی جماعت کے افراد اپنے آپ کو سنت کا سچا محافظ" کہتے تھے[۱] لیکن ایران میں یہ لقب ان لوگوں نے بھی اختیار کر لیا تھا جن کے عقائد اسلام سے اس قدر بعید تھے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کو جہنمی قرار دے دیتے۔

"یہ بات قابل غور ہے کہ جب ۲۶۴ھ میں عبداللہ ابن میمون القداح نے اسمٰعیلی فرقے کی اصلاح کی اور ان کو منظم کیا تو اس جماعت کے پوشیدہ طریق پر تبلیغ کرنے والوں کو یہ نصیحت کی کہ جب وہ مسلمانوں سے ملیں تو اپنے آپ کو صوفی ظاہر کریں تاکہ کسی کو ان پر شبہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان جدید اسمٰعیلیوں نے ایران اور دوسرے ملکوں میں تصوف کو عوام میں بڑی حد تک مقبول بنا دیا۔ لیکن اس خدمت کے معاوضے میں انہوں نے تصوف میں ایسے غیر اسلامی رجحانات اور عقائد داخل کر دیئے۔ جن کا اظہار چوتھی صدی ہجری سے ہونا شروع ہو گیا۔"

"(مجلہ اسلامک کوارٹرلی جلد ۶ شمارہ ۳، ۴ بابت جولائی و اکتوبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۰۵)

یہی مصنف اسی رسالے کے صفحہ ۹۷ کے حاشیے میں لکھتا ہے:۔

---

[۱] دیکھو رسالہ قشیریہ ۱۷

Marfat.com

"اسمٰعیلی دُعاۃ نے جو پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان میں آئے، صوفیوں کا طریقہ اختیار کیا اور ہندوؤں سے کہا کہ حضرت علیؓ وشنو کے دسویں اوتار تھے چنانچہ پیر صدرالدین نے اسی حکمت عملی سے کام لے کر بہت سے ہندوؤں کو اپنے مذہب کا پیرو بنایا"

بخوف طوالت نہ تو میں قرامطہ کی تاریخ اس کتاب میں درج کر سکتا ہوں اور نہ اس فتنہ و فساد کی تفصیل بیان کر سکتا ہوں جو اس فرقے کے مبلغین نے دنیائے اسلام میں پھیلایا۔ میرا مطلب اس داستان سے صرف اس قدر ہے کہ میں ناظرین کو یہ بتادوں کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوّف، جسے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے، کس طرح شائع ہوُا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ایضاح مقصد کے لئے بالکل کافی ہے اس فرقے کے افراد نے تصوّف کے پردے میں اپنے عقائد کی جس طرح تبلیغ کی اور جس حکمت عملی سے کام لے کر تصوّف کو سراسر غیر اسلامی بنا دیا۔ اس کی مثالیں بکتاشی سلسلے اور نور بخشی سلسلے کے صوفیوں کے عقائد سے بخوبی مل سکتی ہیں:۔

بکتاشی فرقہ

صوفیوں کے اس فرقے کی تاریخ ڈاکٹر جے کے برج (BIRGE) نے اپنی کتاب "درویشوں کا بکتاشی سلسلہ" میں مفصل طور پر لکھی ہے۔ بخوف طوالت صرف چند اقتباسات پر اکتفا کرتا ہوں۔

"اس سلسلے کا بانی حاجی بکتاش ولی تھا جو ۶۸۰ھ ۱۲۸۱ء میں خراسان (اسمٰعیلی دعاۃ کے مرکز) سے اناطولیا میں آیا تھا اس نے ۷۳۸ھ ۱۳۳۷ء میں وفات پائی (ص ۳۵) ترکوں میں اس کے سلسلے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس سلسلے کے عقائد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اللہ حقیقت واحدہ ہے۔

(۲) محمدؐ اور علیؓ دونوں اللہ کے مظاہر خاص ہیں۔

(۳) اللہ، محمدؐ اور علیؓ تینوں میں عینیت کا علاقہ ہے۔

(۴) محمدؐ اور علیؓ درحقیقت ایک ہیں یا ایک شخص کے دو نام ہیں (ص ۱۳۲ و ص ۱۳۳)

Marfat.com

ان چار عقیدوں سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے کے صوفیوں کو اسلام سے کتنا تعلق تھا:

حضرت علیؓ کے بارے میں اس سلسلے کے صوفیوں کے جو عقائد ہیں اس کا اندازہ "خطبۃ البیان" سے ہو سکتا ہے جو اس سلسلے میں بہت معتبر کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

(۱) میرے پاس مفاتیح الغیب ہیں جن کو محمدؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ نیز عزرائیل (ملک الموت) میرا تابع فرمان ہے۔

(۲) میں لوح محفوظ ہوں۔ میں جحتہ اللہ ہوں۔ میں حجتہ الانبیاء ہوں۔

(۳) میں قسیم النار والجنت ہوں۔ میں اللہ کا دل ہوں۔ میں نوح اول ہوں۔

(۴) میں ذوالقرنین ہوں۔ میں عالم ماکان وما یکون ہوں میں منشی السحاب ہوں میں مطرالانہار ہوں میں قیوم اسماء ہوں۔ ص ۱۴۲ و ص ۱۴۳

یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے ناظرین بطور خود اس کتاب کا مطالعہ کر لیں۔

نوربخشی سلسلہ اس سلسلے کا تذکرہ پروفیسر محب الحسن نے اپنی تالیف "کشمیر زیر نگیں سلاطین" میں صفحات ۲۹۲ تا ۳۰۲ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "نوربخشیہ فرقے کا بانی سید محمد بن عبداللہ تھا جو ۷۹۵ھ ۱۳۹۳ء میں قائین (کوہستان) میں پیدا ہوا تھا۔ جوانی میں خواجہ اسحٰق ختلانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خواجہ صاحب امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خلیفہ تھے۔ خواجہ اسحٰق نے سید محمد کو، نوربخش کا لقب عطا کیا۔ نوربخش نے دعویٰ کیا کہ مجھے امام جعفر صادقؒ سے روحانی فیض حاصل ہوا ہے۔ اس کی تعلیمات میں شیعہ عقائد کا رنگ نمایاں ہے۔ اس سلسلے کے افراد خلفائے ثلاثہؓ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ لیکن نوربخش نے امام مہدی المنتظر ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اس لئے شیعہ بھی اسے ناپسند کرتے تھے۔

کشمیر میں اس سلسلے کو شمس الدین نے شائع کیا۔ یہ شخص اپنے وطن شورغان

Marfat.com

(ایران) سے چل کر پہلے ختلان آیا پھر ۵۰۲ھ میں کشمیر پہنچا۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد بلتستان میں نوربخشی عقائد کی تبلیغ کی پھر کشمیر واپس آیا اور کشمیر کے چک حکمران خاندان کو شیعہ مسلک کا پیرو بنایا۔"

ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرامطہ نے تصوّف کے لباس میں اپنے مسلک کی تبلیغ کی اور تصوف میں ایسے عقائد داخل کر دیئے جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

جیسا کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں، قرامطہ نے ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا کہ "جیسا دیس ویسا بھیس"۔ چنانچہ جب ان کے دعاۃ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ہندو صوفیوں اور جوگیوں اور پیروں کے طور طریقے اختیار کئے اور ہندوؤں میں حضرت علیؓ کو وشنو کے دسویں اوتار کے روپ میں پیش کیا۔ عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ناموں سے پہلے 'پیر' کے لقب کا اضافہ کیا۔

پیر صدرالدین نے گجرات میں اور پیر شمس الدین نے ملتان میں تصوف کے پردے میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی۔ اس بات کی تصدیق ڈاکٹر جے این ہالسٹر کی تالیف "شیعان ہند" سے بھی بخوبی ہو سکتی ہے۔ مصنف مذکور لکھتا ہے:۔

"اگرچہ صوفیوں اور شیعوں میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے مگر اسماعیلیہ فرقے نے اس اختلاف کو بہت کم کر دیا چنانچہ اسمٰعیلی پیروں نے صوفیہ کے طریقے اختیار کر لئے۔" صہ ۲۵

"فتح شاہ کے عہد حکومت میں ۱۴۹۶ء میں شمس الدین اسمٰعیلی داعی کشمیر میں آیا اور اس کے ساتھ چک قبیلے کے افراد بھی واپس آگئے جن کو فتنہ انگیزی کی پاداش میں ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ ابتدا میں آفتاب پرست تھے اور روشنائیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بادشاہ نے شمس الدین کو تبلیغ کی اجازت دی اور اس نے چک قبیلے کے افراد کو نوربخشی سلسلے میں داخل کر لیا صہ ۱۴۶"

"نوربخشی سلسلے کے عقائد احوطہ نامی کتاب میں مندرج ہیں جو کفر اور الحاد کا

Marfat.com

مرکب ہیں۔ نہ وہ عقائد شیعوں کے ہیں نہ سنیوں کے۔ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں۔ اس لیے سنی نہیں ہو سکتے اور نور بخش کو مہدی موعود یقین کرتے ہیں اس لیے شیعہ نہیں ہو سکتے (ص ۱۴۷)

قرامطہ کا یہی طریق کار تھا کہ جس طرح ہو سکے خصوصاً تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے اندر الحاد اور بے دینی کی اشاعت کی جائے اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہو گئے یعنی انہوں نے تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے دلوں میں غیر اسلامی عقائد جاگزین کر دیئے۔ مؤلف مذکور اسی کتاب کے ص ۲۳۳ پر لکھتا ہے۔

"اسمٰعیلی سیدوں کا ایک قافلہ قاہرہ سے چل کر سبزوار آیا۔ پیر شمس الدین[1] سبزواری یہیں سے ملتان آیا تھا اور اس نے صوفیوں کے لباس میں اسمٰعیلیت کی تبلیغ کی۔ بعض لوگوں نے شمس الدین سبزواری کو غلطی سے شمس تبریز سمجھ لیا ہے جو جلال الدین رومی کا مرشد تھا۔ پیر[2] شمس الدین جو اسمٰعیلیہ نزاریہ فرقے کا داعی تھا۔ ۱۲۹۶ء میں کشمیر آیا اور تقیہ کر کے اپنے آپ کو یہاں کے باشندوں کے رنگ میں رنگین کر لیا چنانچہ ایک دن جبکہ ہندو دسہرے کی خوشی میں گربا رقص کر رہے تھے پیر صاحب بھی اس رقص میں شریک ہو گئے اور ۲۸ "گربا" گیت تصنیف فرمائے۔ رفتہ رفتہ ہندوان سے مانوس ہو گئے اور انہوں نے بہت سے ہندوؤں کو امام الزماں حضرت قاسم شاہ نزاری کا پیرو بنا دیا ص ۲۵۲

کشمیر سے پیر شمس الدین اچ میں آیا جو ملتان سے اسی میل دور ہے روایت ہے کہ یہاں اس نے ایک امیر آدمی کے مردہ بیٹے کو زندہ کر دیا جس کی وجہ سے عوام میں اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو گئی چنانچہ اس نے پیری مریدی

---

[1] یہ دوسرا پیر شمس الدین ہے۔ پہلا شمس الدین نوربخشی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا مزار ملتان میں ہے۔ [2] یہ تیسرا پیر شمس الدین ہے جس کا مزار اُچ میں ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کا سلسلہ شمس تبریزؒ تک پہنچتا ہے اور اس کے مرید شمسی کہلاتے ہیں۔ اس نے ۵۳۶ھ / سنہ ۱۲ میں وفات پائی۔" (صفحہ ۳۵۵)

"پیر صدر الدین اسمٰعیلی نزاری فرقے کا داعی تھا جو پیروں کے لباس میں ہندوستان آیا تھا اس نے سنہ ۱۳۰۰ء میں تبلیغ کا آغاز کیا اور قرامطہ کے اصول تبلیغ کے مطابق اس نے اپنا ہندوانی نام سہدیو رکھا اور پنجاب کے لوہانہ راجپوتوں کو اپنے مذہب میں داخل کیا اس نے کہا کہ وشنو کا دسواں اوتار حضرت علیؓ کی صورت میں ظاہر ہو چکا ہے اس کے پیرو صوفیوں کی زبان میں محمد اور علی کی تعریف میں بھجن گایا کرتے تھے اس نے اپنے مریدوں کے لئے دشم اوتار نامی کتاب لکھی، جو آج بھی اسمٰعیلی نزاری خوجوں کی نہایت مقدس مذہبی کتاب ہے[1]۔ پیر صدر الدین نے اُچ میں وفات پائی۔ اس کے مزار پر ہر سال عرس منعقد ہوتا ہے جو ترنڈا گورگیج میں واقع ہے۔ یہ قصبہ اُچ سے ۱۵ میل کے فاصلے پر ریاست بہاولپور میں واقع ہے۔" (صفحہ ۳۵۶، صفحہ ۳۵۵)

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرامطہ نے صوفیوں اور پیروں کے لباس میں غیر اسلامی عقائد کی تبلیغ کی اور اس طرح غیر اسلامی تصوف عالم وجود میں آ گیا جس میں تمام غیر اسلامی عقائد مثلاً تثلیث، تجسیم، کفارہ، حلول، الوہیت علیؓ، رجعت، بدا، اتحاد، تناسخ ارواح اور قدامت مادہ وغیرہ داخل ہیں۔ عوام بے چارے یہ سمجھے کہ یہی اصلی تصوف ہے جو قرامطہ صوفیوں کے لباس میں پیش کر رہے ہیں۔ انا للہ!

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایک طرف قرامطہ نے صوفیوں کے لباس ہی میں مسلمانوں کو غیر اسلامی تصوف سے مانوس کر دیا۔ دوسری طرف مسلمان صوفیوں کی تصانیف میں نہایت چابکدستی کے ساتھ اپنے عقائد داخل کر دیئے۔ عربی میں اس کو تدلیس کہتے ہیں چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر صـ ۷ میں لکھا ہے کہ

"باطنیہ، ملاحدہ اور زنادقہ نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ پھر امام غزالی کی تصانیف میں اپنی طرف سے تدلیس کی نیز اس فرقہ باطنیہ نے ایک کتاب

---

[1] جیسے مسلمانوں کی نگاہ میں قرآن مجید۔

Marfat.com

جس میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی تھی، میری زندگی میں میری طرف منسوب کردی اور میری انتہائی کوشش کے باوجود یہ کتاب تین سال تک متداول رہی"۔

اس اقتباس سے ناظرین اس فرقہ کی دلیری، عیاری اور معاندانہ سرگرمیوں کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر استقصار کیا جائے تو اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے، مگر میں چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ اس فرقے نے بہت سی روایات وضع کرکے مسلمانوں میں شائع کردیں۔ اس فرقے کے صوفیوں نے اپنی مجلسوں میں ان وضعی روایات کو مسلسل بیان کیا اور سامعین نے ان مقدس حضرات پر اعتماد کرکے انہیں قبول کرلیا مثلاً بیکتاشی سلسلے میں یہ روایت بہت مقبول ہے کہ جب جنگ احد میں آنحضرت صلعم زخمی ہوگئے اور جسم سے خون بہنے لگا تو جبریل نے آکر آپ سے کہا کہ "نادِ علیاً" والی دعا پڑھو یعنی علیؓ کو پکارو۔ جب آپ نے یہ دعا پڑھی تو علیؓ فوراً آپ کی مدد کے لئے آگئے اور کفار کو قتل کرکے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچا لیا"۔

(دیکھو درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ مصنفہ ڈاکٹر برج صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ ہارٹ فرڈ (یو ایس اے) ۱۹۳۷ء)

ارباب علم جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جنگ احد میں اس قسم کی کوئی دعا نہیں پڑھی۔ یہ دعا تاریخ یا سیرت یا مغازی کی کسی مستند کتاب میں مرقوم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جب جنگ احد میں حضرت علیؓ از اول تا آخر حضورِ انور کے ساتھ رہے تو انہیں پکارنے کی ضرورت کیسے پیش آسکتی تھی۔؟

یہی روایت اہل سنت کی کتابوں میں راہ پاگئی کیونکہ عقیدت میں غلو انسان کو تحقیق اور درایت دونوں سے بیگانہ کردیتا ہے۔ چنانچہ سید مظفر علی شاہ صاحب چشتی اپنی تالیف موسومہ جواہر غیبی مطبوعہ نولکشور پریس لکھنو ۱۸۸۷ء میں صفحہ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

"در غزوۂ تبوک چوں لشکر اسلام شکستہ شد حضرت سید عالم صلعم در میان کشتگان پنہاں شدند جبریل ایں کلمات آوردند"

نادِ علیًا مظہر العجائب تجدہ عونًا لک فی النوائب کل ہم و غم سینجلی بنبوتک یا محمد وبولایتک یا علی یا علی یا علی [1]

اللہ مصنف مرحوم کی علمی اور تاریخی لغزشوں کو معاف فرمائے! انہوں نے اس روایت کو زیب کتاب بناتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ غزوۂ تبوک میں تو سرے سے قتال ہی نہیں ہوا اور اسی لئے مؤرخین اسے غزوہ نہیں کہتے۔ دراصل یہ وہی روایت ہے جو بکتاشی سلسلے کے صوفیوں میں متداول ہے اور انہی کی کتابوں سے سید صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کر لی ہے۔ خدا معلوم جنگ احد کے بجائے انہوں نے "غزوۂ تبوک" کہاں سے نقل کر لیا اور کیسے لکھ دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیرۃ النبیؐ یا تاریخ اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا تھا۔

مجھے اس روایت کو نقل کرکے یہ دکھانا مقصود ہے کہ قرامطہ نے جو نظام عقائد مدون کیا تھا وہ قرآن کی ضد ہے چنانچہ اس روایت سے ان کا مقصد قرآن کی اس آیت کی تردید تھا۔

"وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ھُوَ" (سورۂ یونس آیت ۱۰۷)

"اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس مصیبت کو دور کرنے والا نہیں ہے"۔ قرآن کی رو سے اللہ کے علاوہ کوئی شخص دستگیر یا مشکل کشا یا حاجت روا یا کارساز نہیں ہے۔ چونکہ قرامطہ براہ راست مسلمانوں کو شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے تھے اس لئے انہوں نے صوفیوں کا روپ دھارا اور اپنے ظاہری تقدس، وضع قطع، لباس، گفتگو اور طرز عمل سے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور یہ مشرکانہ

---

[1] (اے محمدؐ) علی کو پکار جو عجائبات کا ظاہر کرنے والا ہے تو اسے مصیبتوں میں اپنا معین پائے گا تمام پریشانیاں اور غم تیری نبوت اور علی کی ولایت کے وسیلے سے عنقریب دور ہو جائیں گے۔ (اس دعا کا پڑھنے والا اگر علی کو محمدؐ سے افضل سمجھ لے تو اس کا کیا قصور ہے۔)

Marfat.com

تعلیم باسانی ان کی محبوب شخصیت کے نام کے پردے میں، ان کے دماغوں میں جاگزیں کردی اور داد طلب امر یہ ہے کہ یہ کام ایسی عمدگی سے انجام دیا کہ عوام دھوکہ کھا نے اور مرورِ ایام سے یہ روایات مسلمان صوفیوں کے صوفیانہ لٹریچر کا جزو لاینفک بن گئیں۔ اور اب ان روایات کو صوفیانہ لٹریچر سے خارج کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔

اسلامی تصوّف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صوفی کو سب سے پہلے یہ تلقین کی جاتی ہے کہ:۔

ا۔ اللہ کے سوا کسی شخص میں خواہ وہ نبی ہو یا رسول، غوث ہو یا قطب، کوئی قدرت نہیں ہے۔

ب۔ غیر اللہ سے استمداد درکنار، اس کی طرف متوجہ ہونا بھی سالک کے لئے منع ہے۔ ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ اسی کو تَبَتُّل کہتے ہیں۔

ج۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ جب تک اللہ قوت عطا نہ کرے کسی شخص میں فعل کی کوئی قوت پیدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سرآمد موحدین رئیس المتقین حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی اپنی تصنیف فتوح الغیب میں مقالہ سوم میں فرماتے ہیں۔

لَا فَاعِلَ فِی الْحَقِیْقَۃِ اِلَّا اللہ

یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کوئی فاعل نہیں ہے۔

سارا قرآن از اوّل تا آخر اس حکم سے معمور ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو صرف دو تین آیتیں درج کرتا ہوں۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی کو مت پکار کیونکہ من دون اللہ جو بھی ہے (خواہ رسول ہو یا ولی) وہ نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان (سورۃ یونس آیت ۱۰۶)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللہِ اِلٰھًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکارو (کیونکہ) اللہ کے سوا اس

Marfat.com

[illegible] (۲۶: ۲۱۳)

فلا تدع مع اللہ الٰہاً آخر فتکون من المعذبین

پس اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکار [illegible] تو بلا شبہ تو عذاب پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (۲۶: ۲۱۳)

قرامطہ کا مقصد مسلمانوں کو توحید سے منحرف کر کے مشرکین کی صف میں داخل کرنا تھا۔ اس لیے ان کے روحانی اور دینی پیشوا عبداللہ ابن سبا نے حضرت علیؓ کو خدا بنایا۔ اور اگرچہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کرا دیا مگر وہ مرتے مرتے شرک کا بیج اسلام کی زمین میں بو گیا۔ قرامطہ اسی بیج کا درخت ہیں جس کے اثمار تلخ سے ہم چودھویں صدی میں مستفید ہو رہے ہیں۔

اسلام کی امتیازی صفت یہ تھی کہ یہ دین انسان پرستی کی لعنت سے پاک تھا۔ عبداللہ ابن سبا اور اس کے جانشینوں القداح اور حمدون قرمط نے انتہائی چابکدستی کے ساتھ اسلام کو اسی امتیازی صفت سے محروم کر دیا۔ ہندوؤں کے یہاں رام اور کرشن خدا کے اوتار ہیں قرامطہ کے یہاں اسماعیل اور علی خدا کے اوتار ہیں وہ بوقت مصیبت رام کو پکارتے ہیں اور یہ بوقت مصیبت علیؓ کو پکارتے ہیں۔ خدا وہاں بھی معطل ہے۔ یہاں بھی۔ انہی قرامطہ کی تقلید میں اکثر مسلمان حضرت علی کو مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ہر مشکل کے وقت خدا کے بجائے انہیں پکارتے ہیں اور جو مسلمان انہیں اس فعل سے منع کرتا ہے اسے وہابی کہتے ہیں۔

قرامطہ نے صوفی بن کر مسلمانوں کو جس حد تک گمراہ کیا، عمل صالح اور جد و جہد سے بیگانہ بنایا، اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے "نادِ علیاً" سے دنیا جہان کی تاثیر منسوب کر دی میں اپنے دل پر جبر کر کے بلکہ پتھر کی سل رکھ کر جواہر غیبی سے ان کلمات کے خواص نقل کرتا ہوں۔

"خواص این کلمات بسیار است۔

۱۔ اگر مسحور هفت روز بر آب سه بار بخواند و ازاں غسل کند، سحر باطل شود۔

۲۔ اگر اول ساعت جمعہ چہل و ہشت بار بخواند با ہر کہ سخن راند، محبوب او شود۔

Marfat.com

۳۔ اگر از دشمن خوف باشد ہر روز ہفتاد بار بخواند، دشمن مقہور شود۔

۴۔ برائے اخلاصِ محبوس ہر روز شصت بار بخواند۔

۵۔ برائے حصولِ دولت ہر بامداد صد بار بخواند۔

۶۔ برائے رویت آنحضرت صلعم ہر شب سہ ہزار بار بخواند۔

۷۔ برائے کشفِ کنوز و اسرار غیب چہل روز، ہر روز شصت و ہفت بار خواند۔

۸۔ برائے تحصیلِ علوم ہر روز ہفتاد بار خواند۔

۹۔ برائے بغض و عداوت میانِ دو شخص بست بار بخواند۔

۱۰۔ برائے تحصیل مرادات ہر روز بست و چہار بار بخواند ص۴۴۱ و ص۴۴۲

بخوف طوالت صرف انہی خواص پہ اکتفا کرتا ہوں۔ کتاب میں اسی قدر خواص اور بھی مرقوم ہیں ان خواص پر تنقید کے بجائے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسی قسم کے تصوّف نے مسلمانوں کو قوت عمل سے محروم کر دیا۔ یہ سوال خارج از بحث ہے کہ ان کلمات میں یہ تاثیر کہاں سے ثابت ہے کیونکہ اس قسم کے اسرار و رموز فہم انسانی سے بالاتر ہیں۔

ایک بات اور عرض کروں۔ اس روایت کے واضع نے کمال دانائی سے حضرت علیؓ کا مرتبہ سرکار دو عالم صلعم سے بڑھا دیا اور واضع کا اصلی مقصد یہی تھا کہ مرکز توجہ حضور انور صلعم کی جانب سے ہٹ کر حضرت علیؓ کی طرف منتقل ہو جائے نہ اللہ سے تعلق باقی رہے نہ رسول اللہ سے۔

یہ ایک روایت ہے اُن صدہا روایات لایعنی میں سے جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد میں شرک کی آمیزش کر دی اور قرامطہ نے یہ کارنامہ تصوّف کا لبادہ اوڑھ کر انجام دیا۔ عوام جب ان کی مجلسوں میں جاتے تھے تو یہ لوگ پہلے ان کو اپنے ظاہری تقدس سے مسحور کرتے تھے۔ پھر ان کے عقائد کو غیر اسلامی تصوف کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔

نظر اُن کی رہی مجلس میں بس حشو و زوائد پر
گرائیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

حاشیہ ص۳۹

Marfat.com

اگر تصوّف اسی بات کا نام ہے کہ مسلمان خدا پرستی کے بجائے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو جائے تو ایسے تصوّف سے ہر سچا مسلمان ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرے گا۔

قرامطہ نے فصوص الحکم، فتوحاتِ مکیہ، مثنوی مولانا روم، احیاء العلوم اور دوسری مشہور کتابوں میں اپنی طرف سے عبارتیں اور اشعار داخل کر دیئے بلکہ بہت سی کتابیں خود لکھ کر بعض بزرگوں کے نام سے منسوب کر دیں مثلاً ایک دیوان حضرت علیؓ سے منسوب کر دیا، بہت سی رباعیات مختلف صوفیوں سے منسوب کر دیں مثلاً یہ مشہور رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے منسوب کر دی۔

شاہ است حسینؓ بادشاہ ہست حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ ہست حسینؓ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؓ

قرامطہ نے بہت سی غزلیں مولانا روم کے دیوان میں شامل کر دیں جس کا نام دیوان شمس تبریز ہے۔ ایک غزل کے چند اشعار ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

شاہے کہ ولی بود و وصی بود علی بود
سلطانِ سخا و کرم و جود علی بود
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
ہم موعد و ہم وعدہ و موعود علی بود
گویند ملک ساجد و مسجود بُد آدم
از من بشنو ساجد و مسجود علی بود
ہم آدم و ہم شیث و ہم ایوب و ہم ادریس
ہم یوسف و ہم یونس و ہم ہود علی بود
جبریل کہ آمد ز برِ خالقِ بیچوں
در پیش محمدؐ شد و مقصود علی بود
ایں کفر نباشد سخن کفر نہ این است
تا ہست علی باشد و تا بود علی بود

مرشد رومی ہرگز یہ غزل نہیں لکھ سکتے تھے کیونکہ دوسرے شعر کا پہلا مصرع بغوائے نص قرآنی "ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن" اللہ تعالیٰ کی صفات پر شاہد ہے اور کوئی مسلمان اس نص کو غیر اللہ کی ذات پر منطبق کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ یہ کام وہی

حاشیہ صفحہ ۳۸۔ اکبر الہ آبادی کا شعر ہے:۔

نظران کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر
گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

میں نے اپنے مطلب کو واضح کرنے کے لئے اس میں تصرف کر دیا ہے ۱۲

Marfat.com

شخص کرسکتا ہے جو حضرت علیؓ کو خدا یا خدا کا اوتار سمجھتا ہے۔ اور عبداللہ ابن سبا کی اور اس کے متبعین الفلاح اور قرمط کی تعلیم کا سنگ بنیاد ہی الوہیتِ علی رضی کا عقیدہ ہے لہٰذا یہ غزل انہی کے پیرو لکھ سکتے ہیں۔ چند اشعار اور بھی درج کرتا ہوں۔

اول و آخر توئی ظاہر و باطن توئی — مفخر عالم توئی شاہ سلام علیک

باحیدرم خود حیدرم بیروں ز حیدر کافرم — حق را بحق من عرف از شاہ مرداں یافتم

اے رہنمائے مومناں، اللہ مولانا علیؓ — اے عیب پوش و غیب داں اللہ مولانا علیؓ

قاضی و شیخ و محتسب دارو بدل بغض علیؓ — ہر سہ شدند از دین بری اللہ مولانا علیؓ

مرشد رومی یہ اشعار ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے کیونکہ عیب پوش اور غیب داں یہ اللہ کی صفات ہیں نہ کہ حضرت علیؓ کی۔

دیوان شمس تبریز پر جلال ہمائی نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں ان اشعار کو الحاقی قرار دیا ہے (دیکھو مقدمہ صلہ دیوان شمس تبریز مطبوعہ طہران ۱۳۳۵ھ شمسی)

خواجہ اجمیریؒ یا مرشد رومیؒ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا حقیقت ہے! قرامطہ اور ان کے ہم خیالوں نے تو اس قدر جسارت کی کہ اپنے مزعوماتِ باطلہ احادیث نبوی کے لباس میں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیئے۔ منجملہ ان کے یہ حدیث ہے جو ترمذی میں بھی موجود ہے "انا مدینۃ العلم یا انا دار الحکمۃ وعلی بابھا"

شیخ الاسلام آیۃ من آیات اللہ مجاہد اعظم حضرت سیدی و شیخی و مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز مکتوب ۵۸ میں ص۱۶۹ و ص۱۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت کا ذکر کرنے والے اس کی تصحیح فرماتے ہیں ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد کلام کیا ہے کہ بعض علماء نے یہ حدیث شریک تابعی سے روایت کی ہے مگر علمائے حدیث اس کو ثقات میں سے نہیں پہچانتے۔ سوائے شریک کے علامہ ابن جوزی نے موضوعات میں اس کے جملہ طُرق پر یقین کے ساتھ باطل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ایک جماعت محدثین کی اس کے موضوع ہونے کی قائل ہے

Marfat.com

امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین صاف فرماتے ہیں۔ کہ اس روایت کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں ہے۔ طاہر پٹنی نے بھی اس کی صحت کا انکار کیا ہے ... امام العصر مولانا انور شاہ صاحبؒ بھی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں فرماتے (حاشیہ از مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی مرتب مکتوبات شیخ الاسلام) (ماخوذ از مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول۔ اردو بک اسٹال لاہور)

صوفیہ کے اشعار میں تدسیس اور الحاق کی وبا اس قدر عام ہو چکی تھی کہ جب مولانا جامیؒ بغداد آئے تو ان دنوں وہاں روافض کا ہجوم تھا۔ انہوں نے مولانا کی کتاب "سلسلۃ الذہب" پر چند اعتراضات کئے تھے۔ ایک رافضی نے حضرت علیؓ کی شان میں چند مبالغہ آمیز اشعار لکھ کر مولانا سے منسوب کر دیئے۔

ایک دن جامع مسجد بغداد میں مجلس مناظرہ قائم ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ روافض اپنے اعتراضات پیش کریں گے مگر پہلے ان اشعار پر اعتراض ہوا جو ایک رافضی نے مولانا سے منسوب کر دیئے تھے۔ سُنی علماء نے ان اشعار پر اعتراض کیا۔

اس داستان کی تفصیل کے لئے دیکھو حیات جامی مؤلفہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت مطبوعہ طہران صد ۸۳۔

مجھے اس واقعہ سے صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ اسمٰعیلیہ قرامطہ اور روافض کا یہ محبوب مشغلہ تھا کہ وہ صوفی شعراء کے کلام میں حضرت علیؓ کی شان میں ایسے مبالغہ آمیز اشعار جن سے الوہیتِ علیؓ پر استدلال ہو سکے، اپنی طرف سے شامل کر دیا کرتے تھے۔

اگر یہ سوال ہو کہ انہیں اس کی جرأت کیسے ہوتی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام صوفی سلسلے اور تمام صوفی افراد بلا استثناء حضرت علیؓ کو نہایت مکرم، محترم اور لائق توقیر سمجھتے ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ سلاسل اربعہ میں سے تین سلسلے حضرت علیؓ پر منتہی ہو گئے ہیں۔ لہٰذا صوفی شعراء نے جہاں خلفائے ثلاثہ کی منقبت میں زور قلم صرف کیا ہے وہاں حضرت علیؓ کی منقبت میں بھی اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے اس لئے روافض اور قرامطہ کو مبالغہ آمیز اشعار شامل کلام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں

Marfat.com

آ سکتی تھی۔ فرض کیجئے مولانا جامی نے اکیس شعر کی ایک نظم حضرت علیؓ کی شان میں لکھی تو اگر کوئی شخص دو تین ایسے شعر جن میں حضرت علیؓ کو خدا بنا دیا گیا ہو اس نظم میں چپکے سے شامل کر دے۔ (اور اسی کو ندسیس کہتے ہیں) تو کیا دشواری لاحق ہو سکتی ہے۔؟

قرامطہ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جہاں اور ہتھکنڈے استعمال کئے وہاں یہ حربہ بھی استعمال کیا کہ اپنی مجلسوں میں مسلسل اس گمراہ کن عقیدے کی تبلیغ کی کہ "شریعت اور طریقت دو جداگانہ چیزیں ہیں اور جب ایک شخص طریقت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لئے شریعت کی پابندی لازمی نہیں رہتی۔ جی چاہے پابندی کرے جی چاہے نہ کرے۔"

ملوکیت نے دین اور دنیا میں تفریق تو پہلے ہی سے قائم کر دی تھی اور اس غیر اسلامی تعلیم نے مسلمانوں کی اجتماعی اخلاقی اور دینی زندگی کو تباہ کر دیا تھا۔ رہی سہی کسر اس غیر اسلامی تصوّف نے پوری کر دی کیونکہ شریعت اور طریقت کی تفریق سے اباحتِ مطلقہ کا دروازہ کھل گیا اور مسلمانوں کی روحانی زندگی ختم ہو کر رہ گئی۔

قرامطہ کو اس تفریق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ اگرچہ انہوں نے مصلحتاً تصوّف کا لبادہ اوڑھ لیا تھا مگر دل تو بدستور غیر اسلامی تھا اس لئے انہوں نے اس "نکتہ معرفت" کو شدومد کے ساتھ پیش کیا تا کہ کوئی شخص ان پر عدم پابندیٔ شرع کا الزام عائد نہ کر سکے۔ علاوہ بریں ان جعلی صوفیوں کے حاشیہ نشینوں نے عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ نماز پنجگانہ تو عوام کے لئے ہے یہ حضرات تو ہر وقت نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں قلندری اور ملامتی درویشوں کی جماعتیں پیدا ہو گئیں ان دونوں جماعتوں کے افراد، پابندیٔ شریعت سے آزاد رہتے تھے بلکہ اس آزادی میں فخر محسوس کرتے تھے اور تحقیر شریعت کو اپنے لئے طغرائے امتیاز بناتے تھے۔

قلندروں کی جماعت نے سیاحت اور صحرانوردی کو اپنا شعار بنا لیا، کیونکہ اس طرح سیر و تفریح کے مواقع بھی بآسانی میسر آ سکتے تھے اور جدوجہد کے بغیر زندگی بسر ہو سکتی

Marfat.com

تھی یعنی جس شہر میں پہنچے وہاں کے مسلمانوں پر اپنے تقدس (ترک دنیا) کا سکہ جما کر اعلیٰ درجے کی ضیافت کا انتظام کر لیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بالکل تباہ ہو گئے بخوف طوالت تفصیل سے اجتناب کرتا ہوں۔

رہے ملامتی فرقے کے لوگ تو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضعف پہنچایا کیونکہ دین کی بنیاد ہی منہدم کر دی انہوں نے ہر اس فعل کا ارتکاب کیا۔ جس کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔ قرامطہ نے ان کو یہ نکتہ عجیبہ جسے ابلیسی نو ہانت کا شاہکار کہنا زیادہ مناسب ہو گا، سمجھایا کہ

۱۔ تصوّف کا مقصود ہے نفس امارہ کو مغلوب کرنا۔

۲۔ اس کے مغلوب کرنے کا ایک طریقہ اس کی تذلیل بھی ہے۔

۳۔ اس لئے ایسے کام کرو جن کی وجہ سے لوگ تمہیں برا کہیں۔

۴۔ جب لوگ تمہیں بُرا سمجھیں گے گالیاں دیں گے، دین اسلام سے خارج کر دیں گے تمہارا سوشل بائیکاٹ کریں گے۔ تو یقیناً نفس امارہ، نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو جائے گا۔

چونکہ اتباع شریعت نفس پر گراں ہے اس لئے یہ ملامتی طریقہ "بہت جلد مقبول ہو گیا اور آج بھی ہندو پاکستان کے مختلف شہروں میں آپ کو ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو

۱۔ علانیہ شریعت اور طریقت میں تفریق کرتے ہیں اور پیر" ہونے کے باوجود نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں نہ اتباع شریعت کرتے ہیں وجہ کیا ہے؟ صرف یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اب ہم روحانیت کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں یہ رسوم ظاہری بے کار ہو جاتی ہیں اور اپنے زعم باطل کی تائید میں یہ آیت پیش کر دیتے ہیں۔

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ"

یعنی اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کر جب تک تجھ میں یقین کی کیفیت پیدا نہ ہو اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے اندر یقین پیدا

Marfat.com

ہو چکا ہے۔ اس لئے اب ہمیں عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ افضل الرسل خیرالبشر سرکارِ دو عالم آخر وقت تک نماز پڑھتے رہے!

۲۔ جو درویشی کے پردے میں منہیات کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسی لئے تو شراب پیتے ہیں کہ لوگ ہمیں برا سمجھیں اور اس طرح ہمارا نفس مردہ ہو جائے جو مقصودِ اسلام ہے۔

یہ "بے شرع" اور "خلاف شرع" صوفی جو دراصل ملاحدہ اور زنادقہ کی جماعت کے دو افراد ہیں پانچویں صدی سے دنیائے اسلام میں اپنی فتنہ پردازی اور شرارت انگیزی میں مصروف ہیں۔ مَیں صرف ایک شخص کا ذکر کروں گا جس کا نام مادھو لال حسین ہے۔ یہ شخص اکبر کے عہد میں لاہور میں رہتا تھا ایک طرف اپنے اشعار میں خالص توحید اور عشقِ الٰہی کا درس دیتا تھا۔ دوسری طرف ایک کھتری بچہ مادھو کے عشق میں گرفتار تھا اور بلا تامل خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتا تھا۔

ملامتی فرقے کے درویش لاہور کے علاوہ دلی میں بھی تھے۔ اسی لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

"جو صوفی شریعت اور طریقت میں فرق کرے وہ صوفی نہیں ہے بلکہ فرقۂ باطنیہ سے تعلق رکھتا ہے"

میرا خیال ہے کہ میں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کافی سے زیادہ شواہد پیش کر دیئے ہیں کہ بلاشبہ

۱۔ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوّف بھی پیدا ہوا جسے ہم ایرانی یا عجمی تصوّف بھی کہہ سکتے ہیں اور اس تصوّف کو اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیادی تعلیمات اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں جیسا کہ مہدی توحیدی پورتے نفحات الانس کے عنوان میں لکھا ہے۔

"زیرا اصولِ طریقتِ تصوّف در بسیارے موارد با قوانین دین مبین اسلام معارض است"۔

Marfat.com

اور اس میں کیا شک ہے کہ ایرانی تصوّف ، اکثر موارد میں دینِ مبین اسلام کے قوانین کی ضد ہے۔ اسلام خدا پرستی سکھاتا ہے اور یہ غیر اسلامی یا ایرانی تصوّف انسان پرستی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

۲۔ اس غیر اسلامی تصوّف کا بیج قرامطہ نے بویا انہوں نے اپنے مقاصدِ مشئومہ اور عقائد مذمومہ کی تبلیغ کے لئے تصوّف کو آلۂ کار بنایا اور صوفیوں کے لباس میں بے شمار مسلمانوں کو گمراہ کر دیا۔

بطورِ تائیدِ مزید ، مقدمہ شرح گلشن راز نوشتۂ آقائے کیوان سمیعی (شیعہ اثنا عشری) سے چند اقتباسات کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں:

"صوفیوں میں حلول و اتحاد کے غیر اسلامی عقائد کی اشاعت کا ظاہری سبب یہ ہے کہ مسلمانوں میں فرقِ ضالہ کے پیروؤں نے اپنے مقاصدِ پلیدہ کی اشاعت کے لئے ، اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کیا ان لوگوں کی صورت تو صوفیانہ تھی مگر سیرت صوفیانہ نہیں تھی ان لوگوں نے اپنے غلط عقائد صوفیوں میں شائع کر دیئے اور چونکہ عامۃ الناس ان میں اور سچے صوفیوں میں فرق نہ کر سکے (اور کر بھی کیسے سکتے تھے) اس لئے فرق مذکورہ کے معتقدات کو صوفیوں کے معتقدات سے مخلوط اور منسوب کر دیا چنانچہ شمس الدین محمد سخاوی اپنی تصنیف "الضوء اللامع" میں دربارۂ فضل اللہ استرآبادی (جو باطنی بھی تھا اور مذہب اتحاد کا بھی معتقد تھا اور فرقہ حروفیہ کا بانی بھی تھا) لکھتا ہے۔

"در لباسِ درویشاں درآمد خود را ازاں طائفہ معرّفی کرد"۔ وہ درویشوں کے لباس میں ظاہر ہوا اور اپنے آپ کو اسی گروہ سے وابستہ کر کے ایک صوفی کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کے باوجود تعطیل احکام شرعیہ و اباحتِ محرّمات و ترک مفترضات کا حکم دیا۔ (الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع جلد ۶ صفحہ ۱۷۴)

پروفیسر ای جے ڈبلو گب اپنی تاریخ شعر ترکان عثمانی صفحہ ۳۴۳ پر لکھتا ہے۔

"تاریخ اسلام میں بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ دعاۃِ مذہب بدع و ضلال

Marfat.com

نے اشتباہ کاری اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے عوام کے حسنِ ظن کو مدِنظر رکھ کر، باطل عقائد رکھنے والے صوفیہ سے استفادہ کیا ہے اور اپنے آپ کو انہی سے وابستہ ظاہر کیا ہے۔"

چنانچہ نظام الملک طوسی کا قاتل جو دراصل فرقۂ اسمٰعیلیہ سے تعلق رکھتا تھا، صوفیہ کے لباس میں ظاہر ہوا تھا (اس نے صوفی بن کر طوسی کا قرب حاصل کیا اور موقع پاکر اسے قتل کر دیا) اسی طرح باطنیہ فرقے کے دو آدمی، صوفی بن کر شاہ عباس صفوی کے پاس آئے تھے اور اسے مذہب امامیہ سے منحرف کرنے کی کوشش کی تھی۔

فرقۂ اسمٰعیلیہ میں وہ طائفہ جو حشاشین کے نام سے بدنام ہے اس کے افراد بھی ہمیشہ صوفیوں ہی کے لباس میں ظاہر ہوتے تھے اور جب وہ صوفیہ کے عقائد بیان کرتے تھے تو اپنے عقائد بھی شامل کر دیتے تھے اور اس طرح عقیدۂ تخفی، عقیدۂ صوفیہ بن جاتا تھا چنانچہ متاخرین ان کے ایسے اقوال کی تاویل کرتے تھے۔ مثلاً شیخ عزیز نسفی اس بات کا قائل ہے کہ مردِ عارف کی روح اس کی وفات کے بعد کاملین کے بدن میں داخل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ عقیدہ بالکل عقیدۂ تناسخ کا ہم معنی ہے مگر ایک صوفی سے منسوب ہے اس لئے ملا ہادی سبزواری نے اپنی تصنیف اسرار الحکم جلد اوّل ص۲۴۵ میں شیخ مذکور کے اس قول کی تاویل کی ہے اور اس کے غیر اسلامی عقیدے کا نام تناسخ مجازی رکھ کر شیخ مذکور کی برأت کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ عقیدہ صریحاً "تناسخ ارواح کا عقیدہ ہے جو کفر ہے

(ماخوذ و مقتبس از مقدمہ گلشن راز نوشتہ کیوان سمیعی شیعی مطبوعہ چاپ خانہ حیدری از انتشارات کتابخانۂ محمودی طہران ۱۳۳۷ء شمسی ص۳۸ و ۳۹)

یہ ایک شیعہ عالم کی عبارت ہے جس پر کسی تبصرے یا حاشیے کی ضرورت نہیں ہے اور میرے مدعا کو بخوبی ثابت کرتی ہے۔

اس کے بعد میں علامہ ابن خلدون کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ وہ اپنی تاریخ کے شہرۂ آفاق مقدمے میں یوں رقمطراز ہیں:۔

Marfat.com

"صوفیائے متقدمین کے روابط ان غلاۃ اسمٰعیلی شیعوں سے استوار ہو گئے جو حلول اور الوہیتِ ائمہ کے قائل تھے۔ ابتدائی دور کے اسمٰعیلیہ ان عقائد سے آگاہ نہ تھے۔ بہر حال اسمٰعیلیہ اور صوفیہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے عقائد سے متاثر ہوئے اور ان کے نظریات و عقائد آپس میں مدغم ہو گئے چنانچہ صوفیہ کے یہاں بھی "قطب" کا نظریہ پیدا ہو گیا جس کا مطلب ہے سید العارفین یا تمام عُرفاء کا سرتاج۔ صوفیہ نے یہ فرض کر لیا (بلا دلیل) کہ کوئی صوفی معرفت کے لحاظ سے قطب کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک خدا اُس قطب کو وفات نہ دے۔ ہاں اس کی وفات کے بعد خدا اس کا مقام، اس کے جانشین کو عطا کر دیتا ہے (یہ عقیدہ اسمٰعیلیہ کے عقیدۂ امامت سے مشابہ ہے کہ جب ایک امام مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جانشین میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے الوہیت اور معصومیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے امام کی زندگی میں دوسرا شخص امامت کے مرتبے پر فائز نہیں ہو سکتا۔)
چنانچہ مشہور فلسفی ابن سینا نے (جو باطنی تھا) اپنی تصنیف "کتاب الاشارات" میں اس نظریے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

یہ صداقتِ عظمٰی (حقانیت کبریٰ) اس قدر رفیع الشان ہے کہ ہر طالب کو حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ شخص اس مرتبے پر فائز ہو سکتا ہے۔"

(تفصیل کے لئے دیکھو "کتاب الاشارات والتنبیہات" النمط التاسع)

واضح ہو کہ اقطاب کے تسلسل کا نظریہ نہ شریعت سے ثابت ہو سکتا ہے نہ دلائل عقلیہ سے۔ یہ محض ایک استعارہ ہے اور غلاۃ شیعہ کے نظریۂ امامت سے مطابقت رکھتا ہے۔ جس کی رو سے ایک امام کی وفات کے بعد اس کا فرزند امامت کو بھی ترکے یا ورثے میں حاصل کر لیتا ہے (جس طرح جائیداد منتقل ہوتی ہے امامت بھی منتقل ہو جاتی ہے) بلاشبہ صوفیوں نے یہ تصور غلاۃ شیعہ سے حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں جس طرح باطنیہ امام کے بعد نقباء کا وجود تسلیم کرتے ہیں اسی طرح صوفیہ، قطب کے بعد اولیاء کا وجود تسلیم کرتے ہیں جن کا مرتبہ قطب کے بعد ہے چنانچہ شیعہ کے ساتھ ان کے عقائد کی مماثلت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے خرقہ پوشی کے لئے مشائخ کا سلسلہ مرتب کیا تو اسے حضرت علیؓ تک پہنچا دیا یقیناً یہ بات انہوں نے شیعوں کے زیر اثر آ کر کی۔ کیونکہ جو صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قرب رکھتے تھے۔ ان میں حضرت علیؓ کو کسی مخصوص عمل کی بنا پر یا لباس کی بنا پر کوئی درجۂ اختصاص حاصل نہیں تھا۔

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ متقی اور زاہد تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی خاص مذہبی عمل کی وجہ سے دوسروں سے متمیز نہیں تھا حقیقت یہ ہے کہ جس قدر صحابہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل تھا وہ سب کے سب مذہب، پرہیزگاری زہد و ورع اور مجاہدانہ زندگی کا اعلیٰ نمونہ تھے اس بات کا ثبوت ان کی زندگی اور تاریخ دونوں سے مل سکتا ہے۔ بلاشبہ اس قسم کے قصوں سے شیعہ مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بعض مخصوص صفات کی وجہ سے دیگر صحابہؓ کے مقابلے میں امتیازی شان حاصل ہے۔"

(مقتبس از مقدمۂ ابن خلدون باب ششم فصل شانزدہم انگریزی ترجمہ جلد سوم صـ۹۲ تا ۹۳ مطبوعہ نیویارک ۱۹۵۸ء)

اپنے دعوے کی مزید تائید کے لئے میں تصوّف کی کتابوں سے وہ غیر مستند اور غیر معتبر اور باطل روایات ذیل میں درج کرتا ہوں جو دشمنانِ اسلام نے ان کتابوں میں اپنی طرف سے وضع کر کے داخل کر دی ہیں اور ان تحریفات کی مثالیں بھی درج کروں گا جو انہوں نے کتب تصوّف میں کی ہیں۔ اس کے بعد ان غیر اسلامی عقائد کی نشاندہی کروں گا جو دین سے ناواقف مسلمان صوفیوں میں مقبول ہو گئے ہیں۔

اکابر اہل سُنت کی تصانیف میں تدلیس وتدسیس،

پروفیسر سعید نفیسی کی رائے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے سے پہلے مشہور ایرانی محقق اور فاضل پروفیسر سعید نفیسی کی تصنیف "جستجو در احوال و آثار فریدالدین عطار نیشاپوری" سے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کروں۔ موصوف لکھتے ہیں:۔

"جب اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے تو آغاز ہی سے انہیں ایران میں اپنے پیروکثیر تعداد میں مل گئے۔ دراصل اسلامی فرقوں کی تاسیس کا سہرا ایرانیوں کے سر ہے۔ اس کی دلیل بالکل واضح اور روشن ہے۔ ایرانی باشندے عربوں کے تسلط سے پہلے بارہ سو سال تک دنیا میں بڑے جاہ وجلال کے ساتھ زندگی بسر کرتے چلے آرہے تھے۔ اس لئے انہیں اپنے اوپر خلفائے دمشق یا خلفائے بغداد کی حکمرانی کسی طرح پسند یا گوارا نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایرانی ایک اصول اپنی طرف سے وضع کرتا تھا اور ایک گروہ اس کا ہمنوا بن جاتا تھا اور یہ سلسلہ نویں صدی تک جاری رہا۔

پانچویں صدی تک بیشتر اہل ایران حنفی تھے یا شافعی تھے۔ طبرستان میں زیدیہ فرقہ اکثریت میں تھا۔ سبزوار کے علاقے میں شیعہ جعفریہ کا غلبہ تھا۔ قزوین میں اسمٰعیلیہ کا زور تھا۔ کرامیہ فرقہ جنوبی خراسان میں معروف تھا۔ صوفیہ اپنے آپ کو ان فرقوں سے مافوق سمجھتے تھے اور کسی کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ مشہور صوفی عبداللہ انصاری حنبلی تھے۔ ان کے علاوہ چھٹی صدی تک تمام صوفیہ حنفی تھے:

مؤلفِ "مجالس المؤمنین" نے جو شیعہ تراشی میں مشہور ہے۔ عطارؒ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور دلیل میں وہ اشعار پیش کئے ہیں جو انہوں

Marfat.com

نے علی ابن طالب کی منقبت میں لکھے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے "ہر چہار یار" کی مدح کی ہے۔ اور دونوں گروہوں کے تعصب کا رد کیا ہے۔ طہران میں عطار کی بعض مثنویوں میں سے پہلے تین خلفاء کے مناقب کو اسی لئے حذف کر دیا گیا ہے۔ ایرانی شیعہ دورۂ صفویہ سے پہلے، تینوں خلفاء کی شان میں بدزبانی نہیں کرتے تھے۔

عطار نے ہر مثنوی میں چاریار کی مدح کی ہے۔ اگرچہ موجودہ نسخوں میں مدحِ خلفا کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مگر قلمی نسخوں میں مدح موجود ہے۔ مثلاً اسرار نامہ میں مرقوم ہے

سپہر صدق را خورشید انور ‍ ‍ ‍ ‍ امیر المومنین صدیق اکبرؓ
شریعت را نخستین قرۃ العین ‍ ‍ ‍ ‍ رفیقِ مصطفےٰ و ثانی اثنین

قلمی نسخے میں ایک شعر یوں ہے۔

سوار دین پسر عم پیمبر ‍ ‍ ‍ ‍ شجاع شرع و صاحب حوضِ کوثر

لیکن طہران کے مطبوعہ نسخے میں اسے اس طرح تبدیل کیا گیا ہے۔

خصوص آں وارثِ دین پیمبر ‍ ‍ ‍ ‍ چراغ شرع و صاحب حوضِ کوثر

مصیبت نامہ عطار کے قلمی نسخے میں یہ اشعار موجود ہیں۔

تا نبی صدیق را محرم گرفت ‍ ‍ ‍ ‍ صبح صادق جملۂ عالم گرفت
مردہ ای کہ می رود بر دوشِ خاک ‍ ‍ ‍ ‍ ہست از قول نبی صدیق پاک

مدحِ صدیقی میں ۲۷ اشعار ہیں۔ مدحِ فاروقی میں ۲۲ اشعار ہیں۔ مدحِ عثمانی میں ۲۷ اشعار ہیں۔ لیکن اسی مصیبت نامہ کا جو ایڈیشن ۱۳۳۸ھ میں طہران سے شائع ہوا ہے۔ اس میں ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اس میں شک نہیں ہے کہ عطار سلسلہ کبیرویہ سے متعلق تھے اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے معتقد تھے۔ (اہل سنت میں سے تھے نہ کہ شیعہ)

عطار سے ۱۰۰ کتابیں منسوب ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف دس کتابیں ان کی مصنفہ ہیں۔

خسرو نامہ، مختار نامہ، اسرار نامہ، مصیبت نامہ، دیوان، جواہر نامہ، شترح

Marfat.com

القلب، الٰہی نامہ، پند نامہ اور منطق الطیر۔

جو کتابیں ان سے منسوب ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام جواہر الذات ہے یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں طہران سے شائع ہوئی تھی لیکن اس کتاب کے مصنف نے اکثر مقامات پر "اظہار تشیع" کیا ہے اس نے کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ یہ کتاب عطار کی تصنیف ہو۔ اسی طرح حلاج نامہ بھی عطار کی تصنیف نہیں ہے تیسری کتاب جو عطار سے منسوب ہے۔ اس کا نام سی فصل ہے۔ "گوینده این کتاب ہم شیعہ بوده" اس کتاب کے اس شعر سے ثابت ہے کہ اس کا مصنف وہی ہے جس نے جواہر الذات لکھی ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

بجوہر ذات گفتم ایں معانی تو می باید کہ ایں معنی بدانی

لسان الغیب بھی ان کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ اشعار مندرج ہیں۔

شیعۂ پاک است عطار اے پسر جنس ایں شیعہ بجان خود بخر

ما ز فاروق[1] آنچنا بر کندہ ایم پے ز نورین[2] شما ببریدہ ایم

پروفیسر نفیسی نے آخر میں یہ فیصلہ صادر کیا ہے۔

"در ہر صورت ہیچ تردیدے نیست کہ مردے بودہ است جاہل، در قرن نہم، کہ خود را فریدالدین عطار می خواند و در مشہد می زیست و چندیں کتب سست و بے مغز مانند اشتر نامہ، بلبل نامہ، جواہر الذات، حلاج نامہ، خیاط نامہ، کنز الاسرار، لسان الغیب، مظہر العجائب، ساختہ کہ ہیچ وجہ از فریدالدین عطار نیشاپوری نیست، ص ۱۶۲"

جو نسخہ جواہر الذات کا میری نظر سے گذرا ہے اس میں سے صرف دو شعر ذیل میں درج کرتا ہوں جن سے پوری کتاب کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ یہ شعر حضرت شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری اپنے قلم سے ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے۔

---

[1] یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ [2] یعنی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

محمد را شناس ایں جا خدا تو دگرنہ اوفتی اندر بلا تو
علیؔ با مصطفےٰ ہر دو خدا یند کہ دم دم راز برما می کشایند

ان شعروں کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا کہنے والا عبداللہ ابن سبا کا مخلص پیرو تھا اور طائفہ ضالّہ باطنیہ یا قرامطہ سے تعلق رکھتا تھا

میں نے پروفیسر سعید نفیسی کی محققانہ تصنیف سے یہ اقتباسات اس لئے درج کئے ہیں کہ ناظرین پر یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ :

۱۔ قرامطہ نے صوفی بن کر اپنے عقائد باطلہ کو اسلامی تصوّف کے ساتھ اس طرح مخلط کردیا کہ عوام کے لئے امتیاز بین الحق والباطل ناممکن ہوگیا۔

۲۔ تصوّف کے نام سے عامۃ المسلمین میں اپنے عقائد شائع کردیئے اور یہ شیخ طریقت بن کر ان عقائد کو دن رات اپنی مجلسوں میں بیان کرکے جاہل اور سادہ لوح اہل سُنت کے دل ودماغ میں اس طرح پیوست کردیا کہ وہ ان کی جذباتی اور اخلاقی اور روحانی زندگی کا جزو لاینفک بن کر رہ گئے چنانچہ وہ ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے کسی غیراللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ان کی زبان پر بے ساختہ کسی اپنے ہی جیسے عاجز اور فانی انسان کا نام آجاتا ہے۔حالانکہ تصوّف نام ہی ہے نقش غیر کو لوحِ دل سے مٹادینے کا۔

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر سوی اللہ واللہ مافِی الوجود
کُلّ مافی الکون وہم او خیال اَو عکوس فی المرایا او ظلال

۳۔ اسلام کے ان دشمنوں نے تصوّف کی مشہور کتابوں میں اپنے عقائد شامل کردیئے اور جہاں موقع ملا اسلامی عقائد کو حذف کردیا۔

۴۔ مشہور صوفیوں کے نام کا ناجائز استعمال کیا۔یعنی کتابیں خود لکھیں مگر انہیں اہلِ سنت کے مستند مشائخ روحانی سے منسوب کردیا۔

۵۔ تقیہ کی بدولت عوام اور خواص دونوں کو مدتوں تک مغالطے میں رکھا۔

کامیابی اور غیر معمولی کامیابی اس لئے ہوئی کہ مرید مسلوب الارادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ مرید اللہ تک پہنچنے کے لئے وہی طریق اختیار کرے جو اس

Marfat.com

یا شیخ اسے بتائے جس طرح کسی دنیاوی فن مثلاً موسیقی، مصوری، خطاطی، سنگ تراشی وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کے لیے شاگرد وہی طریق کار اختیار کرتا ہے جو اس کا استاد اسے بتاتا ہے لیکن تصوّف کی دنیا میں رفتہ رفتہ ایک غلطی عام ہوگئی جس کی وجہ سے تصوّف بھی بدنام ہوگیا اور صوفیوں میں شخصیت پرستی بھی راہ پاگئی وہ غلطی یہ تھی کہ بعض جاہل مریدوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کی راہ میں مرید کو مسلوب الارادہ ہوجانے کے ساتھ ساتھ مسلوب العقل بھی ہوجانا چاہیئے۔ اسی عقل وفہم سے بیگانہ ہوجانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ تصوّف کی کتابوں میں اور مشائخ کے ملفوظات میں جو خلافِ شرع اور خلافِ عقل باتیں دشمنانِ اسلام کی تدسیس و تحریف و تدلیس سے داخل ہوگئی ہیں کوئی شخص نہ ان کی تغلیط و تکذیب کی جرأت کرتا ہے نہ انہیں ان کتابوں سے خارج کرنے کا خیال دل میں لاسکتا ہے۔ یہ ہے وہ تقلید کور یا اندھی عقیدت جس نے تصوّف کو بھی بدنام کیا اور مسلمانوں کی عقلی زندگی کو بھی مفلوج کردیا۔ ع

آہ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

گذشتہ بیس سال میں تصوّف کی جس قدر کتابیں نظر سے گذریں۔ اکثر و بیشتر کتابوں میں ایسی روایات موجود پائیں جو نہ نقلاً صحیح ہیں نہ عقلاً۔ بلکہ ان کی لغویت اظہر من الشمس ہے چنانچہ آئندہ اوراق میں اس کی متعدد مثالیں درج کی جائیں گی اس موقع پر میں اس حقیقت کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ دشمنانِ اسلام نے کتب تصوّف کے علاوہ مسلمانوں کے مذہبی ادب کے ہر شعبے میں اپنے عقائد شامل کردیئے ہیں اور اسلام کی تاریخ کو تو خاص طور سے تدسیس و تحریف و تدلیس کا ہدف بنایا ہے[1] اس تمہید کے بعد اب میں تصوّف کی مختلف کتابوں سے اپنے

---

[1] سیرۃ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مؤلفہ سید سلیمان ندوی مرحوم صد ۱۴۲ سے اس کی ایک مثال ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"بعض شیعی مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کچھ سپاہیوں کے ساتھ ایک سپید خچر پر

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دعوے کے ثبوت میں شواہد پیش کرتا ہوں:۔

(۱) **حدیقۃ الحقیقۃ۔ مصنفہ حکیم سنائی غزنوی** فارسی نظم میں تصوف پر قدیم ترین کتاب ہے جو میری نظر سے گذری ہے اس کے دو نسخے میرے پیش نظر ہیں۔ ایک نسخہ مطبوعہ طہران ہے جس پر مدرس رضوی استاد دانش گاہ طہران نے مقدمہ بھی لکھا ہے۔ دوسرا نسخہ لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ ذیل میں مقدمہ مذکورہ سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں:۔

"سنائی پہلا شاعر ہے جس نے تصوف کے مضامین کو فارسی میں نظم کیا (ص۔ کج) چونکہ اس نے اپنے عقائد کی تفصیل میں۔ دوستیٔ آل علیؓ میں غلو کے علاوہ آل ابو سفیان کے ساتھ دشمنی کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس لئے علما نے اس کی تکفیر کی اور اس کی کتاب کو کتابِ گمراہی قرار دیا اور اس حد تک مخالفت کی کہ بہرام شاہ سلطان غزنوی نے اسے قید کر دیا۔ (ص ن) زمانہ تصنیف (چھٹی صدی ہجری) سے اب تک اس کتاب میں "تحریفات و تصرفات فراواں" ہو چکی ہے (ص ب) مختلف قلمی نسخوں میں اشعار کی تعداد مختلف ہے بعض نسخوں میں پانچ ہزار ابیات ہیں بعض میں چھ ہزار اور بعض میں دس ہزار ہیں (ص ب) اس کتاب کے دو نسخے ایسے نہیں ملتے جن میں موافقت ہو اور یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ سے آگے) سوار ہو کر امام حسنؓ کے جنازے کو روکنے کے لئے نکلیں۔ الخ یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے (نسخے) فارسی ترجمے میں، جو ہندوستان میں چھپ بھی گیا ہے نظر سے گذری ہے۔ لیکن جب اصل متن عربی مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد ہفتم کا ایک ایک لفظ پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ نہ ملا۔ طبری کے اس فارسی ترجمے میں درحقیقت بہت سے حذف و اضافے ہیں"

میں بھی اسلامی ادب کا پچاس سال سے زائد عرصے تک مطالعہ کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قرآن حکیم کو چھوڑ کر دشمنانِ اسلام نے ہر علم و فن کی کتابوں میں خصوصاً تاریخ، حدیث اور تصوف کی کتابوں میں حذف و اضافہ کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے اور اس کا خاص مقصد صحابہ کرامؓ کی تنقیص و توہین و تحقیر ہے۔ اعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

Marfat.com

اختلاف کبھی اس حد تک نظر آتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے (ص لط) قلمی نسخہ موسومہ ی میں مناقب امیر المؤمنین علیؓ ابن ابی طالب داولادہ الحسنؓ والحسینؓ کا اضافہ کیا گیا ہے (ص ۵) قلمی نسخہ موسومہ م" اور بعض دوسرے نسخوں میں فصل حرب جمل" موجود نہیں ہے۔" ص ۲۵۵

مقدمہ نگار مذکور نے حواشی میں صدہا اختلافات کی نشاندہی کی ہے جنہیں بخوف طوالت نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ایضاح مقصد کے لئے یہی دو حوالے کافی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی سبائی نے مناقب علیؓ اولادہ اور حرب جمل کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے سنائیؒ کی شخصیت اور اس کی کتاب دونوں کو محل شک باعث تقبیح اور موجب لومۃ لائم بنا دیا۔ یعنی ایک تیر سے تین شکار کیے۔ اس تدسیس و تحریف و حذف و اضافہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری کتاب پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گئی۔ اب ہمارے پاس کوئی آلہ یا مقیاس یا معیار ایسا نہیں ہے جس کی بنا پہ ہم قطعیت کے ساتھ کوئی حکم لگا سکیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جو نسخہ نولکشور پریس لکھنؤ سے ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس کے ساتھ خواجہ عبداللطیف العباسیؒ کے حواشی بھی ہیں۔ خواجہ صاحب مرحوم اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

"چونکہ ہندوستان میں دو نسخہ باہم موافق یافت نمی شد" اس لئے نواب محمد عزیز کوکتاش الملقب بخان اعظم نے ... ۱۰ء میں ایک شخص کو غزنی بھیجا کہ وہاں سے صحیح نقل حاصل کرے۔ ہیں لے یہ نسخہ امیر عبدالرزاق کے پاس اپنے وطن آگرہ میں دیکھا، ۱۰۴۷ھ میں اس پر حواشی لکھے۔" (ملخص از دیباچہ)

خواجہ صاحب مرحوم قبل ازیں مثنوی مولانا روم کے مشکل اشعار کی شرح کر کے علمی دنیا میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس شرح کا نام لطائف معنوی ہے اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مشہور معاندِ اسلام پروفیسر آر۔ اے نکلسن نے اپنے ترجمہ اور حواشی میں اس شرح سے استفادۂ کلی کیا ہے۔ حدیقہ پر جو حواشی خواجہ صاحب مرحوم نے لکھے ہیں وہ میری رائے میں حرفِ آخر کا حکم رکھتے ہیں۔ یہی

Marfat.com

وجہ ہے کہ ان کے بعد کسی کو اس کتاب پر حواشی لکھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔[1]

آمدم بر سرِ مطلب:۔ سنائیؔ نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے بعد حضرات صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ کے مناقب لکھے ہیں ان سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اہل سنت میں سے تھا لیکن جب وہ حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے مناقب لکھتا ہے تو پیروان ابن سبا کا لب و لہجہ اور انداز بیان اختیار کر لیتا ہے۔ نیز ان تمام روایات کو آب و تاب بیان کرتا ہے جو قطعاً وضعی ہیں اور تمام محدثین نے انہیں رد کر دیا ہے۔ میں بخوف طوالت وہ تمام اشعار تو نقل نہیں کر سکتا۔ مگر صفحات کا حوالہ ذیل میں درج کئے دیتا ہوں۔

ص ۲۷۱، ص ۲۷۳، ص ۲۷۰ تا ص ۲۹۹ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۳۰۴ء

لیکن بطور نمونہ چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

عنوان حربِ جمل کے تحت، نولکشوری اور ایرانی دونوں نسخوں میں یہ اشعار مندرج ہیں

در جمل چوں معاویہؓ بگریخت — خونِ ناحق بسے بخیرہ بریخت
شد ہزیمت بجانب بغداد — گشتہ از فعلِ زشتِ خود ناشاد
مہرِ احرار حیدرِ کرّار — سرفراز مہاجر و انصار
چوں مصاف معاویہؓ بشکست — یافت بر لشکر معاویہؓ دست
جمل آں ستیزہ راپے کرد — برگ و ساز معاویہؓ فے کرد
ہودج زن بخاک تیرہ فتاد — وز خجالت نقاب رُخ نکشاد

---

[1] میں نے یہ چند سطور قصداً لکھی ہیں۔ تاکہ خواجہ صاحب مرحوم کا نام نامی تاریخ تصوف کے اوراق میں محفوظ ہو جائے ورنہ ظاہر ہے کہ جس طرح میرے زمانہ طفولیت میں عربی ختم ہو رہی تھی۔ اسی طرح ستر سال کے بعد فارسی بھی آخری ہچکیاں لے رہی ہے وہ زمانہ بہت قریب ہے جب اس ملک کے دانشور فارسی ادب سے بھی اسی طرح بیگانہ ہو جائیں گے جس طرح عربی ادب سے ناآشنا ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

گفت بد کردہ ام امانم دہ | درترحم کنوں زمانم دہ
خواند حیدر برادرش رازود | جملہ احوال ہا ورا بنمود !
رفت وقتے محمدِ بوبکرؓ | آں ہمہ صدق وفارغ از ہمہ مکر
پس برآمیخت تیغ تا بزند | گفت حیدر مکن، کس ایں نکند
عفو کن تا بسوئے خانہ رود | بعد ازیں کار ہائے بد نکند
بسوئے مکہ زود بفرستاد | درتواضع محل او نہ نہاد
باہزاراں خجالت وتشویر | رفت زی مکہ جفتِ گرم وزحیر
عاقبت ہم بدست آں باغی | شد شہید دبکشتنش آں طاغی
آنکہ باجُفت مُصطفےٰ زیناں | بدکند. مرورا بمرد مخواں
چوں ازیں گشت فارغ آں بدمرد | قصدِ جان امیر حیدر کرد
پسر ہند اگر بدو بد کرد | آں بدی داں کہ جملہ باخود کرد

میں نے یہ اشعار کلیجے پر پتھر کی سل رکھ کر نقل کئے ہیں. انتہائی مجبوری ہیں کیونکہ اگر میں ان ناپاک اشعار کو نقل نہ کرتا تو اپنا دعویٰ ثابت نہیں کرسکتا تھا کہ پیروان عبداللہ ابن سبا نے جن کی اسلام دشمنی کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ۳۱۷ھ میں خانہ کعبہ سے حجرِ اسود اکھیڑ کر اپنے پیشوا کے مکان کی دہلیز میں دفن کردیا تھا تاکہ ہر آنے اور جانے والا اُسے پامال کرتا رہے. تصوّف کی کتابوں ہیں حذف و اضافہ کا مقدس فریضہ انجام دے کر لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کا سامان مہیا کردیا ہے اوران کی داخل کردہ روایات مرورِ ایام سے مسلمان صوفیوں کے دماغوں ہیں اس طرح پیوست ہوچکی ہیں کہ ان کا جدا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسلمانوں کی مجلس میں ان جھوٹی روایات کو جھوٹا کہہ دے تو تمام سُنّی مسلمان، اس کو سنگسار کردیں گے.

اب ناظرین ان اشعار آبدار کو پڑھ کر خود فیصلہ کریں کہ کیا کوئی صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان اس قسم کے ناپاک اشعار لکھ سکتا ہے؟ لاریب ان اشعار کا کہنے والا دشمن اسلام

Marfat.com

ہی نہیں ہے بلکہ جاہل بھی ہے اگر یہ اشعار سنائی ہی کے ہیں تو اس کی اسلام دشمنی اور جہالت دونوں باتیں اظہر من الشمس ہیں اور اگر اس کے نہیں ہیں تو میرا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ یہ اشعار کسی دشمنِ دین سبائی نے اپنی طرف سے کتاب میں داخل کر دیئے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سنائی کی جلالت شان کی بدولت آٹھ سو سال میں کئی لاکھ مسلمانوں کا ایمان تباہ ہوا ہوگا۔ اگر سنائی کو خباثت اور سبائیت سے بری کرنے کے لئے ان اشعار کو الحاقی تسلیم کر لیا جائے تو بھی دشمنان اسلام تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور چونکہ ان اشعار کو متنِ کتاب سے حذف کر دینے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس لئے آبِ زم زم میں یہ ناپاک قطرات بدستور شامل رہیں گے۔

خواجہ عبداللطیف عباسی شارح حدیقہ نے ان اشعار پر یہ حاشیہ لکھا ہے:۔

"پس بحکم عقل ونقل کہ کتب معتبرہ سیر مثل روضۃ الاحباب وغیرہا بآں ناطق است، ثابت و محقق شد کہ ایں داستان ما یتعلق بہا دریں کتاب الحاقی است۔

واز حکیم نیست واللہ اعلم بالصواب" (حاشیہ بر ص ۲)

یہ حقیقت کہ ان اشعار کا مصنف تاریخ سے ناآشنا ہے۔ یعنی جاہل ہے۔ ان اشعار سے عیاں ہے۔

(۱) ع در جمل چوں معاویہؓ بگریخت: تاریخ اسلام کا ہر واقف جانتا ہے کہ جنگ جمل میں حضرت معاویہؓ قطعاً شریک نہیں ہوئے تھے۔

(۲) ع پس بر آمیخت تیغ تا بزند: کسی تاریخ میں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ محمد ابن ابی بکر نے اپنی خواہر محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا

(۳) ع شد شہید و بکشتش آں طاغی: کسی تاریخ میں یہ بات مرقوم نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ام المؤمنینؓ کو شہید کیا تھا۔

ان صریح کذب بیانیوں کے علاوہ ان اشعار میں ام المومنینؓ اور حضرت معاویہؓ کی شان اقدس میں جو ژاژ خائی اور ہرزہ سرائی کی گئی ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اس کا مرتکب اللہ، رسول اللہ اور دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں رکھتا

Marfat.com

سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہؓ بفحوائے کلام اللہ، سب مسلمانوں کی ماں ہیں۔ اپنی ماں کی توہین کرنے والا اسلام تو درکنار انسانیت ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔

آخر میں فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں ان کا جی چاہے سنائی کو دائرہ انسانیت سے خارج کر دیں، یا پھر ان ہفوات کو کسی دشمن اسلام کی خباثت قلبی کا مظاہرہ یقین کر کے الحاقی قرار دیں۔ میں بذات خود ان اشعار کو الحاقی یقین کرتا ہوں۔

فوائد الفواد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء

(۲) منہاج سراج نے اپنی مشہور تاریخ موسومہ طبقات ناصری میں صہ ۹۵ پر سلطانہ رضیہ بنت التمش کے عہد حکومت کے واقعات میں لکھا ہے:۔

"کہ ۶۳۴ھ میں نور ترک قرمطی نے ملتان سے نقل مکانی کر کے دہلی میں ایک خانقاہ قائم کی اور اپنے آپ کو صوفی ظاہر کر کے بہت سے مسلمانوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ رفتہ رفتہ گجرات اور سندھ کے بہت سے قرمطی اس خانقاہ میں جمع ہو گئے۔ نور ترک نے اپنی خانقاہ میں وعظ و تلقین و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ اپنی تقریروں میں سُنی علماء کو ناصبی کہتا تھا اور عوام کو ابوحنیفہ کے مذہب سے متنفر کرتا تھا"

جب عوام پر اس کا مذہبی اقتدار قائم ہو گیا تو ۶ رجب ۶۳۴ء کو جمعے کے دن ان قرامطہ نے جامع مسجد میں داخل ہو کر نہتے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ مگر انجام کار شاہی فوج نے ان کو مغلوب کر کے تہ تیغ کر دیا۔

قاضی منہاج کی یہ شہادت ہم عصرانہ ہے۔ اس لئے یقینی طور پر صحیح ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ نور ترک ایک قرمطی داعی تھا لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف اخبارالاخیار میں جو اس واقعے کے چار سو برس بعد لکھی گئی، یہ لکھا ہے:۔

"اگرچہ قاضی منہاج نے طبقات ناصری میں اس شخص کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ اس سے تشنیع مذہب لازم آتی ہے مگر فوائد الفواد میں یہ مذکور ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ بعض علماء نے اس کی مذمت کی ہے مگر وہ "از آب آسماں پاکیزہ تر بود۔"

فوائد الفواد کے اس ایک جملے سے نور ترک قرمطی زمانہ مابعد کے صوفیوں کی نظر میں

Marfat.com

آسمان کے پانی سے بھی پاکیزہ تر بن گیا کیونکہ کسی صوفی میں یہ اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ یہ فقرہ الحاقی ہے اور کسی قرمطی نے اپنی طرف سے ملفوظاتِ شیخ میں اضافہ کر کے، اسے سلطان المشائخ سے منسوب کر دیا ہے حالانکہ حقیقت یہی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک معتبر معاصرانہ شہادت بہرحال لائق تسلیم ہے۔

ملفوظات بہرحال ملفوظات ہی ہیں انہیں استناد کا درجہ نہیں دیا جا سکتا قاضی منہاج صاف لکھتے ہیں کہ وہ قرمطی تھا اور اس کی خانقاہ میں بہت سے قرمطی سکونت پذیر تھے اس لئے ثابت ہوا کہ وہ آب آسماں سے پاکیزہ تر نہیں ہے لہٰذا یہ جملہ سلطان المشائخ کا نہیں ہے۔ کسی نے ان سے منسوب کر دیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ملفوظات کے مجموعے از اول تا آخر لائق اعتماد ہیں۔ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ میں اس جگہ صرف ایک مثال پہ اکتفا کرتا ہوں۔ مزید مثالیں اپنے موقعہ پر درج کی جائیں گی۔

سلطان المشائخؒ نے اپنے مرشد شیخ فریدالدین گنج شکر اجودھنی کے ملفوظات کو راحۃ القلوب کے نام سے مرتب کیا تھا۔ میرے پیش نظر اس کا جو نسخہ ہے وہ ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوا تھا اس کے صفحہ ۸۵ پر یہ "ملفوظ" درج ہے جس کا اردو ترجمہ میں بقائمی ہوش و حواس ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

"ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باجمیع صحابہ کبار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید پلید کو اپنے کاندھے پر بٹھائے سامنے سے گذرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور کہا سبحان اللہ، ایک دوزخی ایک بہشتی (جنتی) کے کاندھے پہ سوار ہو کر جا رہا ہے۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سُن کر کہا، یا رسولؐ اللہ، یہ تو معاویہ کا بیٹا ہے، دوزخی از کجاست، آنحضرتؐ نے فرمایا یا علی یہ یزید بدبخت وہ ہے جو حسن اور حسین اور میری تمام آل کو شہید کرے گا۔ یہ سن کر علیؓ کھڑے ہو گئے۔ تلوار نیام سے نکالی کہ ایشاں را بکشد مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانع ہوئے کہا کہ علی الیبامت کر کہ اللہ کی تقدیر یہی فیصلہ کر چکی ہے۔ یہ سن کر علیؓ رونے لگے

اور پوچھا یا رسول اللہ! آپ اس وقت ہمارے سر پر (زندہ) ہوں گے ؟ فرمایا!
نہیں. پھر پوچھا یاروں میں سے کوئی زندہ ہوگا؟ . . . . (لفظ پڑھا نہ جا سکا) پھر
پوچھا میں زندہ ہوں گا؟ کہا نہیں. پھر پوچھا فاطمہؓ ہوں گی؟ کہا نہیں. پھر پوچھا
یا رسول اللہ! میرے غریبوں کا ماتم کون کرے گا؟ جواب دیا میرے اُمتی اس کے
بعد علیؓ اور رسولِ خدا صلعم دونوں روئے اور شہزادوں کو سینے سے لگا کر باآواز بلند
کہا کہ اے غریبو، ہم نہیں جانتے کہ اس دشت میں تمہارا کیا حال ہوگا" (انتہٰی بلفظہ)

تنقید و تبصرہ سے پہلے ناظرین اس بات پر غور کریں کہ اس روایت کا ناقل کون ہے؟ سلطان المشائخ حضرت نظام الدینؒ اولیاء. وہ کس سے نقل کر رہے ہیں؟ اپنے پیرو مُرشد شیخ المشائخ حضرت فریدالدین گنج شکر سے. اب وہ کون سا چشتی ہوگا جسے ان خرافات کی صحت میں شک ہو سکتا ہے؟ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ روایت از اوّل تا آخر کذب و افترا اور بہتان ہے کیونکہ:

ا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بلاشک و شبہ ۱۱ھ میں ہو گئی تھی.

ب. امیر یزیدؒ کی ولادت ۲۶ھ میں ہوئی تھی.

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ افسانہ سراسر جھوٹا ہے. کسی سبائی نے یہ لغو اور من گھڑت داستان ملفوظات میں شامل کر دی ہے تاکہ مسلمان بالعموم اور چشتی افراد بالخصوص اس شخص کو دوزخی یقین کریں جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی تھی کہ "پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر پر حملہ آور ہوگا مغفور ہے"

ظاہر ہے کہ یہ بشارت آپؐ نے وحی الٰہی کی بنا پر دی تھی. اس لئے اس کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہے. اب سنیئے کہ جس لشکر نے سب سے پہلے قیصر کے شہر پر حملہ کیا تھا اس کی قیادت امیر یزید نے کی تھی اور حضرت حسینؓ کے علاوہ بہت سے صحابہؓ نے اسی لئے باشتیاق تمام اس جہاد میں شرکت کی تھی کہ حضور انور صلعم نے مجاہدین کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی. دیگر صحابہؓ کے ساتھ حضرت حسین نے بھی اسی شخص کی اقتدا میں نمازیں پڑھی تھیں جسے مسلمان کہلانے والے "دوزخی" سمجھتے

Marfat.com

ہیں۔ کیا خدا کی شان ہے! جسے حضورؐ مغفور قرار دیں آپ کے نام لیوا اسے ملعون کہتے نہیں تھکتے۔

خیر یہ تو ایک سخن گسترانہ بات تھی۔ میں نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا کہ جو ملفوظات بزرگانِ دین سے منسوب ہیں وہ کلیتہً قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ان میں سبائیوں نے جھوٹی روایات اپنی طرف سے داخل کر دی ہیں۔

جامی پر دست درازی

(۳) سنائیؒ، عطارؒ، اور رُومیؒ کے بعد صوفیانہ ادب میں جامی کا نام معروف ترین ہے[1] جیسا کہ ہر طالب علم جانتا ہے۔ جامیؔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں۔ یہ سلسلہ افضل الصحابہ، بلکہ افضل البشر بعد الانبیاء، وارثِ کمالات نبوت، متمکن ذروۂ ولایت، ثانی اسلام و غار و بدر و قبر خلیفۂ رسولؐ بلا فصل، امیر المومنین قدوۃ الصدیقین سیدنا و مولانا حضرت ابوبکر الملقب بصدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ جامیؔ نے سب سے پہلے مولانا سعد الدین کاشغری نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی وفات ۸۶۰ھ کے بعد خواجہ ناصر الدین الملقب بخواجۂ احرار ۸۹۵ھ سے رشتۂ ارادت استوار کیا اور باقاعدہ سلوک طے کر کے وہ مقام حاصل کیا کہ ان کا شمار سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ میں ہوتا ہے تمام تذکرہ نویسوں نے انہیں اہل سنّت میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے اپنی اکثر تصانیف میں خلفائے اربعہؓ کی مدح کی ہے مثلاً:-

یکے ثانی اثنین در کنج غار ۔۔۔ کہ چوں مار شد ناوک جاں شکار
دوم آنکہ از سکۂ عدل اوست ۔۔۔ کزیں گونہ دنیا و دیں سرخ ست
سوم شرم گیتی کہ شد بے قصور ۔۔۔ ز شمع نبوت نصیبش دو نور
چہارم کہ آں ابر دریا نثار ۔۔۔ عَلَمِ او کرم برق او ذوالفقار

مثنوی خرد نامۂ اسکندری

درمیانِ ہمہ نبود تحقیق ۔۔۔ بخلافت کسے بہ از صدیق

---

[1] دردہائے بستہ را کتاید ۔۔ دو بیت از پیرِ رومی یا ز جامی (اقبال)

Marfat.com

وز پئے او نبود ازاں احرار | کس چو فاروقؓ لائقِ ایں کار
بعد فاروقؓ جز بذی النورینؓ | کارِ ملت نیافت زینت و زین
بود بعد از ہمہ بعلم و وفا | اشہد اللہ خاتم الخلفا
لعن کز رافضی شود واقع | شود آں لعن ہم بدو راجع

(سلسلۃ الذہب)

آں چار ستون خانۂ دیں | واں چار چراغِ بزمِ تمکین
ہر یک بخلافت سزاوار | ہر چار یکے و ہر یکے چار
ایشاں بہ یگانگی بہم راست | بیگانگی از فضول ماخاست

(لیلیٰ مجنوں)

لیکن ان تصریحات کے باوجود بعض لوگوں نے ان کو مائل بہ تشیّع قرار دیا ہے اور بعضوں نے ان کو اہل تقیہ میں شمار کیا ہے چنانچہ محمد حسین الحسینی خاتون آبادی لکھتا ہے :۔

ان تمام دلائل کے باوجود جو ان کے ناصبی ہونے پر شاہد ہیں۔ ہم ان کو اہل تقیہ میں شمار کر سکتے ہیں یعنی وہ دل میں شیعہ تھے مگر زبان اور قلم سے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرتے تھے۔

پھر اپنے مدعا کی تائید میں اس نے یہ حکایت نقل کی ہے جس کا راوی علی بن عبدالعال ہے وہ کہتا ہے کہ :۔

"میں سفر نجف میں جامی کے ساتھ تھا میں نے تقیہ کر کے اپنے عقائد کو ان سے پوشیدہ رکھا تھا جب ہم بغداد پہنچے تو ایک دن سب دجلہ تفریح کے لیے گئے۔ اتفاقاً ایک قلندر وہاں آنکلا۔ اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں ایک قصیدہ غرّا سنانا شروع کیا۔ جامی پر رقت طاری ہو گئی اور سر بسجود ہو گئے۔ پھر سر اٹھایا قلندر کو پاس بلایا اور بہت انعام دیا اس کے بعد مجھ سے پوچھا تم نے مجھ سے گریہ اور سجدے کا سبب کیوں نہیں پوچھا؟ میں نے کہا اس کا سبب آشکار تھا

Marfat.com

کیونکہ علی خلیفہ چہارم ہیں اور ان کی تعظیم واجب ہے۔"

یہ سن کر جامی نے کہا "علی خلیفہ چہارم نہیں ہیں بلکہ پہلے خلیفہ ہیں۔ اب مناسب ہے کہ میں تقیہ کا لبادہ اتار دوں اور چونکہ ہمارے درمیان مودت پیدا ہو چکی ہے اس لئے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں شیعان خلص امامیہ میں سے ہوں لیکن تقیہ کرنا واجب ہے۔"

"نیز بعضے از افاضل ثقات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جامی کے خدام سے یہ سنا ہے کہ ان کے تمام اہل بیت مذہب امامیہ رکھتے تھے لیکن مولانا تقیہ میں بہت مبالغہ فرماتے تھے اور ہمیشہ اپنے اہل و عشیرت کو اس کی وصیت کرتے رہتے تھے۔"

یہ فسانۂ عجائب نقل کرنے کے بعد کلیات جامی کا مقدمہ نگار لکھتا ہے کہ "جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے تمائل نسبت بشیعہ امامیہ تو ثابت ہوتا ہے لیکن یہ تمام دلائل بہت سست پایہ ہیں کیونکہ جامی نے صاف لفظوں میں ابو طالب کو کافر قرار دیا ہے" بعضوں نے کہا ہے کہ جامی شروع میں سنی تھے مگر آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے۔

مقدمہ نگار ہاشم رضی لکھتا ہے کہ "یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ خرو نامہ اسکندری" آخر عمر میں لکھی تھی مگر اس میں بھی انہوں نے خلفائے اربعہ کی مدح کی ہے" یہی مقدمہ نگار صفحہ ۱۹۸ پر پھر لکھتا ہے کہ "چونکہ جامی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں قصائد لکھے ہیں اور بعض غزلوں میں بھی ان کی توصیف کی ہے اس لئے بعض لوگوں نے انہیں روش امامیہ اور تشیع سے منسوب کر دیا ہے۔"

خلاصۂ کلام ایں کہ جامی کے بارے میں حسب ذیل خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔

(۱) بعض انہیں سنی کہتے ہیں اور سنی بھی نقشبندی۔

(۲) بعض نے انہیں مائل بہ تشیع لکھا ہے۔

(۳) بعض کا خیال ہے کہ وہ ساری عمر تقیہ فرماتے رہے۔

(۴) بعض کا فیصلہ یہ ہے کہ شروع میں سنی تھے لیکن قبل وفات شیعہ ہو گئے تھے۔

فتنہ پردازوں نے یہ اتہامات اس شخص پر لگائے ہیں جس نے سلسلۃ الذہب میں صاف طور پر لکھا ہے:

Marfat.com

بود بو طالب آں تہی ز طلب — مرتضیٰ را عم و علیؓ را اب
خویش و نزدیک بود با ایشاں — نسبت دیں نیافت با خویشاں
ہیچ سودے نداشت آں نسبش — شد بقعر سقر چو بولہبش

انہی اشعار کی پاداش میں بقول مقدمہ نگار شاہ اسماعیل صفوی ہنگام تسخیر بلدۂ ہرات بنابر تعصب مذہب قبر مولوی را منہدم ساخت۔ ص ۱۹۳

اس کے باوجود ا۔ ب گیبس نے ان کے مذہبی عقائد کو عامۃ المسلمین کی نظروں میں اور کچھ نہیں تو مشتبہ اور محل بحث و نزاع یقیناً بنا دیا ہے۔

باطل پرستوں نے ایک جھوٹی روایت بھی تصنیف کر دی کہ سفر نجف میں انہوں نے اپنے ہم سفر سے اپنے شیعہ ہونے کا اقرار کیا تھا۔ یہ روایت بالکل لغو اور بے اصل و بے سند ہے مگر یہ طائفہ ضالہ بخوبی واقف ہے کہ عوام نہ تنقید کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ انہیں تنقید کی فرصت ہوتی ہے۔

جامی کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ سب کلیات جامی کے مقدمے سے ماخوذ ہے جو ہاشم رضا ایرانی نے لکھا ہے (ص ۹۲ تا ۹۶ و ۱۹۱ تا ۱۹۰)

میرا مقصد اس بحث سے یہ واضح کرنا ہے کہ سبائیہ باطنیہ اور دشمنان صحابہؓ نے مشہور صوفیوں کے عقائد میں دیدہ و دانستہ ایسے شبہات پیدا کر دیئے ہیں جن سے ان کے عقیدت مندوں کے قلوب میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ وہ یا تو تقیہ کرتے تھے یا مائل بہ تشیع تھے اور اس طرح انہیں آگے (اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قدرتی طور پر ان کا میلان بھی تشیع کی طرف ہو جائے گا) آبائی مذہب سے برگشتہ کرنا آسان ہو جائیگا۔ راقم الحروف کے استنتاج کی بحث تاریخی شواہد سے پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتی ہے۔ پاکستان کے اکثر و بیشتر سنی بزرگوں کے مزاروں کے سجادہ نشین اور متولی مذہب امامیہ اختیار کر چکے ہیں اور اپنے بزرگوں کے جاہل عقیدت مندوں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی امامیہ مذہب ہی کے پیرو تھے۔
کیا طرفہ تماشا ہے! صاحب مزار سُنی تھا لیکن آج اس کا سجادہ نشین یا متولی شیعہ ہے۔
لاریب یہ اسی طریق کار کا ثمر شیریں ہے جو اس جماعت نے ایک ہزار برس سے اختیار

Marfat.com

کر رکھا ہے کہ جس طرح ہو سکے صوفیوں کو مسلک امامیہ کا پیرو ثابت کرو تاکہ عوام بھی اپنے پیشواؤں کے مذہب کی طرف مائل ہو سکیں۔

رومی کے دیوان اور ملفوظات میں الحاق

(۴) رومیؔ کی مثنوی میں جہاں تک میری معلومات ہیں سبائیہ اور قرامطہ نے تدسیس نہیں کی لیکن ان کے دیوان میں چند غزلیات اپنی طرف سے ضرور داخل کر دی ہیں اور ان کے ملفوظات میں بھی ایک روایت ایسی درج کر دی ہے جو رومیؔ ہرگز بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت میرے پیش نظر فیہ مافیہ کا انگریزی ترجمہ ہے۔ اس میں ص۹۹ پر یہ روایت رومیؔ سے منسوب ہے پڑھیئے اور سر دھنیئے۔

"نقل ہے کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ کسی غزوے سے واپس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ بانگ دہل اعلان کر دو کہ آج کی رات ہم شہر کے دروازے کے پاس بسر کریں گے اور کل صبح شہر میں داخل ہوں گے" یہ سن کر صحابہؓ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی بیویوں کو اجنبی لوگوں کے ساتھ مباشرت میں مشغول پاؤ اور یہ دیکھ کر تمہیں بہت صدمہ ہوگا اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا" لیکن ایک صحابی نے حضورؐ کے ارشاد پر عمل نہ کیا وہ اپنے گھر چلے گئے چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ مشغول پایا۔"

اس لغو روایت پر تنقید کرنے کو دل نہیں چاہتا تاہم دل پر جبر کر کے اتنا لکھنا ضروری ہے کہ یہ روایت کسی سبائی کے خبث باطنی کی مظہر ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی ختم کر کے اپنی اسلام دشمنی کا پورا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے

ا۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ علم غیب معلوم ہو چکا تھا کہ صحابہؓ کی بیویاں غیروں سے زنا کرا رہی ہیں اس کے باوجود آپؐ نے چشم پوشی فرمائی اور اس فعل شنیع کو گوارا کر لیا۔ سبحان اللہ! راوی نے رسول اللہ کی سیرت

Marfat.com

کا کتنا بلند نقشہ کھینچا ہے۔ !

(ب) بعض صحابہؓ نافرمان بھی تھے یعنی رسولؐ اللہ مومنوں اور منافقوں میں ساری عمر امتیاز نہ کر سکے۔

(ج) بعض صحابہؓ کی بیویاں زناکار تھیں۔

(د) رسولؐ کی سیرت اور تعلیم کا صحابہؓ پر کوئی اثر مرتب نہیں تھا۔

(ہ) رومی اس قدر غیر محتاط تھے کہ بلا تحقیق لغو اور بے سروپا روایات اپنی مجلسوں میں بیان کرتے رہتے تھے کیونکہ نہ تو انہوں نے یہ بتایا کہ اس خرافات کا واضع کون ہے اور نہ یہ بتایا کہ وہ غزوہ کون سا تھا؟ اور نہ یہ بتایا کہ یہ روایت انہوں نے حدیث یا سیرت یا مغازی کی کون سی کتاب میں پڑھی تھی

غور کیا اس خبیث سبائی نے ایک تیر سے کتنے شکار کئے! طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ روایت جو ہفوات کا بدترین نمونہ ہے صدیوں سے کتاب میں نقل ہوتی چلی آرہی ہے کسی مسلمان کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اسے جعلی قرار دے کر کتاب سے خارج کر دیتا۔

دراصل یہ نتیجہ ہے شخصیت پرستی اور تقلیدِ کورکا جو کتاب بھی یا جو شعر بھی کسی ولی اللہ یا امام سے منسوب ہو جائے کسی مسلمان میں اس پر تنقید کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ تصوف یا فقہ کا یہی وہ پہلو ہے جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ مسلمانوں میں ذوقِ تحقیق ہی ختم ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی علمی ترقی رک گئی وہ آج بھی اسی مقام پر ہیں جہاں نویں صدی میں تھے ع

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

شیخ محی الدین ابنِ عربی پر ظلم

(۵) شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ جیسا کہ فتوحات مکیہ کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے، نہایت راسخ العقیدہ اور متبع شریعت بزرگ تھے۔ فتوحات مکیہ کے پہلے باب میں انہوں نے تین وصل قائم کئے ہیں اور پہلے وصل میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اسے غور سے پڑھا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ عقائد نسفی کی شرح پڑھ رہے ہیں۔ انہوں

Marfat.com

نے سرِ مو اشاعرہ کے مسلک سے انحراف نہیں کیا ہے چونکہ اس تاریخ میں ان کا مفصل تذکرہ لکھوں گا اس لئے اس جگہ صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ ان کی تصانیف میں بھی سبائیہ اور قرامطہ نے دسیس کی ہے چنانچہ امام شعرانی اپنی تصنیف الیواقیت والجواہر صفحہ مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ پر لکھتے ہیں :۔

حضرت شیخؒ کتاب اور سنت کے پابند تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ایک لحظے کیلئے بھی میزان شرع کو اپنے ہاتھ سے پھینک دے گا وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔

ان کی تصانیف میں جو عبارتیں ظاہر شریعت سے معارض ہیں وہ سب مدسوس ہیں۔ اور دسروں نے داخل کردی ہیں! مجھے اس حقیقت سے سیدی ابوالطاہر المغربی نے آگاہ کیا جو اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھے فتوحات کا وہ نسخہ دکھایا جس کا مقابلہ انہوں نے قونیہ میں شیخ اکبر کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے کیا تھا اس نسخے میں وہ فقرے نہیں تھے جو میرے نسخے میں تھے اور میں نے ان فقروں میں توقف (ان کی صحت میں شک) کیا تھا جب میں فتوحات کا اختصار کر رہا تھا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں" ان ملاحدہ اور زنادقہ (قرامطہ و سبائیہ) نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ اور اس کے بعد علامہ مجدالدین فیروز آبادی اور امام غزالی کی تصانیف خصوصاً احیاء العلوم میں تدسیس کی ہے"

اس کے بعد لکھتے ہیں۔ اس فرقہ باطنیہ کی جسارت کا یہ عالم ہے :

"کہ اس فرقے کے ایک شخص نے ایک کتاب لکھ کر میری طرف منسوب کردی اور یہ تین سال تک یہ کتاب میری زندگی میں متداول رہی۔"

پھر لکھتے ہیں کہ زنادقہ نے امام احمد بن حنبلؒ کے مرض الموت کے زمانے میں ایک کتاب جس میں اپنے باطنی عقائد بیان کئے تھے۔ پوشیدہ طور پر (ان کا شاگرد بن کر) ان کے سرہانے تکیے کے نیچے رکھ دی تھی اور اگر امام مرحوم کے تلامذہ ان کے عقائد سے بخوبی واقف نہ ہوتے تو جو کچھ انہوں نے مرحوم کے تکیے کے نیچے پایا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ لوگ بہت بڑے فتنے میں مبتلا ہو جاتے۔"

Marfat.com

بعض دوسری مثالیں

(۶) سبائیہ اور قرامطہ نے صوفیوں کی تصانیف میں تدسیس کے علاوہ اپنی تصانیف نظم و نثر میں ان میں سے بعض کو اپنی جماعت کا فرد ظاہر کرکے اہل سنت کی نگاہوں میں ان کی دینی حیثیت کو مشکوک اور محل نظر بنا دیا۔ بخوفِ طوالت صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی جو منازل السائرین کے مؤلف ہیں۔ پانچویں صدی کے مشاہیر صوفیوں میں سے ہیں لیکن ایک اسمٰعیلی شاعر نے اپنے دیوان میں ان کی مدح کی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ادارۂ نشریات اسمٰعیلیہ بمبئی نے غالباً ۱۹۳۵ء میں خاکی خراسانی اسمٰعیلی کا دیوان شائع کیا تھا جسے پروفیسر آئیوانو (IVANOW) نے مرتب کیا ہے پروفیسر مذکور اپنے مقدمے میں لکھتا ہے۔

"اگرچہ اسمٰعیلی دعاۃ کو بہت ستایا گیا مگر ان کی دعوت کا تصوف پر بہت اثر مرتب ہوا اور تصوف عرصہ دراز تک ان کے خیالات سے فیض یاب ہوتا رہا۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسمٰعیلی دعاۃ نے اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے تصوف کو آلہ کار بنایا یعنی صوفیوں کے لباس میں اپنے عقائد کی اشاعت کی۔ اب میں خاکی کے دو شعر نقل کرتا ہوں۔

طوطی ام شہ مرا بود مرأت ... شکرم از دکانِ عطار است
ژندہ پیل احمد است قبلہ ما ... خواجہ عبداللہ کہ انصار است

ان دو شعروں سے تینوں صوفیوں کی مذہبی حیثیت مشکوک ہو گئی۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو عطار احمد ژندہ پیل اور عبداللہ انصاری یہ تینوں دراصل باطنی تھے جنہوں نے سنی بن کر مسلمانوں کو گمراہ کیا یا خاکی نے ان کی حیثیت کو مشتبہ کرنے کی غرض سے اپنا ممدوح اور ژندہ پیل کو اپنا قبلہ بنالیا۔

پروفیسر مذکور اپنے ایک مضمون میں جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی شاخ بمبئی کے جرنل ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا صفحہ ۶۹ پر لکھتا ہے کہ

Marfat.com

"اسمٰعیلیہ نے اپنے شیعی تصوّف کی خصوصیات کو بہرحال برقرار رکھا۔ انہوں نے ادبیات تصوّف کا بڑے ذوق سے مطالعہ کیا مگر اس کی شرح اپنے مخصوص عقائد کی روشنی میں لکھی۔"

یعنی باطنیہ نے سنی صوفیہ کی تصانیف کی شرح اپنے زاویہ نگاہ سے لکھ کر اہل سُنت کو ورطۂ ضلالت میں غرق کر دیا۔ ان تصریحات سے میرا دعویٰ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ باطنیہ اور قرامطہ اور اسمٰعیلیہ حضرات نے تصوّف کا لبادہ اوڑھ کر اپنے عقائد مسلمانوں میں شائع کر دیئے چونکہ بعد میں آنے والے صوفیوں نے اسلاف پر تنقید کو سوءِ ادب سمجھا اس لئے قرامطہ کے عقائد کو من وعن صحیح تسلیم کر لیا اور رفتہ رفتہ ان اباطنیہ کے ہم عقیدہ بن گئے۔

اس طرح غیر اسلامی عقائد چوتھی صدی ہجری سے مسلمانوں میں مقبول ہو گئے چنانچہ ابو نصر سراج اپنی تصنیف کتاب اللمع میں لکھتے ہیں:

"بغداد کے بعض صوفیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب سالک کی ذاتی صفات فنا ہو جاتی ہیں تو وہ صفات ایزدی میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے حلول کا دروازہ کھل جاتا ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے"

شمس الدین افلاکی نے جو چلپی عارف کے مرید اور رومی کے ہم نشین تھے۔ ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام مناقب العارفین ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ احمدی پریس رامپور یوپی سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب سے دو قصے نقل کرتا ہوں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے سم ہوشربا سے بھی بڑھ کر ہیں۔ پڑھیئے اور دشمنان اسلام کی چیرہ دستی کا ماتم کیجیے۔

ص۲۴۲ پر لکھتا ہے کہ ایک دن کرا خاتون زوجہ مولانا رومی کے دل میں خیال آیا کہ مولانا ایک عرصے سے میری جانب ملتفت نہیں ہیں خدا معلوم شہوانی جذبات باقی ہیں یا بالکل فنا ہو گئے ہیں؟ مولانا کو بذریعہ کشف ان کا یہ خیال معلوم ہو گیا۔ رات کو مولانا ان کے پاس گئے۔ جذبات شہوانی کا عالم یہ تھا کہ

Marfat.com

کر اخاتون پریشان ہو کر استغفار پڑھنے لگیں۔ مولانا نے ستر بار جماع کیا۔ پھر فرمایا مردانِ خدا ہر شئے پر قادر ہیں۔ ترک یا قلّت مباشرت کا باعث استغراق ہے۔"

اس کے بعد جو روایت درج ہے اسے پڑھنے سے پہلے کلیجے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیجئے مبادا شق ہو جائے۔

"پھر فرمایا کہ آنحضرتؐ اور ساں کی ایک زوجہ میں بھی یہی معاملہ ہوا تھا۔ ایک دن انہوں نے ایک چڑے کو چڑیا کے ساتھ جفت ہوتے دیکھ کر بطور مطائبہ آپ سے کچھ کہا۔ چنانچہ بوقت شب آپ نے ان سے نوّے ۹۰ بار قربت فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا "ہم نے خود لذاتِ دنیا کو ترک کر دیا ہے ورنہ یہاں کچھ کمی نہیں ہے۔"

ص ۲۵۹ پر یہ روایت درج ہے "مولانا رومی نے فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلعم نے کچھ اسرار حضرت علیؓ کو خلوت میں تعلیم فرمائے اور وصیت کی کہ نامحرم سے بیان نہ کرنا۔ حضرت علیؓ نے چالیس روز تک ضبط کیا۔ اس کے بعد ان کا پیٹ حاملہ عورت کی طرح پھول گیا۔ مجبوراً صحرا میں جا کر ایک کنویں میں منہ لٹکایا اور سب اسرار بیان کر دیئے۔ چند روز کے بعد اس کنویں سے نے کا ایک درخت نکلا۔ ایک چرواہے نے اس سے نے (بانسری) بنائی۔ اتفاقاً آنحضرت صلعم نے اس نے کی آواز سُنی تو اُسے بلایا اور سُن کر فرمایا اس نے سے ان اسرار کی شرح نمایاں ہے جو ہم نے حضرت علیؓ کو تلقین کئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ یہ قصے محتاجِ تنقید نہیں ہیں ان کی لغویت خود شاہد ہے کہ انہیں کسی دشمنِ اسلام نے مناقب العارفین میں داخل کر دیا ہے۔

امام شعرانی کی تصنیف الطبقات الکبریٰ کے اردو ترجمے میں ص ۴۹ پر یہ روایت درج ہے۔

"بعض ظاہر و باطن عارف۔ علی ابن ابی طالب اسی طرح اٹھائے گئے ہیں۔ جس طرح عیسیٰ اور عیسیٰ کی طرح عنقریب نازل ہوں گے نہیں (استاد سید علی فرزند سید محمد وفا) کہتا ہوں کہ سید علی خواص بھی اس کے قائل تھے چنانچہ میں نے ان کو کہتے سنا کہ

Marfat.com

نوح نے کشتی میں ت ایک تختہ علی کے نام اٹھا کر رکھا نوح کو خدا نے بتا دیا تھا وہ تختہ محفوظ رہا چنانچہ علی اسی تختے پر اٹھاتے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب"۔

اس روایت کا مضمون خود بتا رہا ہے کہ یہ کسی ایسے شخص کی موضوعہ ہے جو حضرت علیؓ کے رفع سماوی کا عقیدہ رکھتا تھا اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ عقیدہ سب سے پہلے عبداللہ ابن سبا نے شائع کیا تھا۔

ان دشمنانِ اسلام نے صرف تصوّف ہی کی کتابوں میں دسیسیں نہیں کی بلکہ اہل سنت کی کتب احادیث اور کتب عقائد میں بھی اپنے مزعومات اس طرح شامل کر دیئے کہ مرورِ ایام سے وہ اوہام اطلسا اہل سُنّت کے عقائد بن گئے چنانچہ شرح عقائد نسفی مصنفہ علامہ سعد الدین تفتازانی سے ایک مثال ذیل میں درج کرتا ہوں، یہ کتاب آج بھی تمام عربی مدارس میں داخل نصاب ہے اور نہایت مستند تسلیم کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ اہل سنت کے امام فی العقائد ابو حفص نجم الدین النسفی الماتریدی متوفی ۵۳۷ھ نے علم عقائد میں ایک متن لکھا تھا جس کا نام ہے عقائد النسفی علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے شرح عقائد نسفی جو تمام دینی مدارس میں داخل نصاب ہے۔

امام نسفی نے اس متن میں لکھا ہے "صحابہ کو ہمیشہ صرف کلمات خیر ہی سے یاد کرنا چاہیے" علامہ اس کی شرح کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"بہر کیف یزید بن معاویہؓ کے بارے میں علماء نے آپس میں اختلاف کیا ہے کہ ان پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ الخلاصۃ[1] میں اور دوسری کتابوں میں بالصراحت مرقوم ہے کہ یزید یا حجاج پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان لوگوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جو نماز پڑھتے ہوں اور جن کا شمار اہل قبلہ میں سے ہو۔ بعضوں نے اس وجہ سے یزید پر لعنت کو جائز سمجھا ہے کہ جب اس نے الحسینؓ کے قتل کا حکم دیا تو وہ کافر

[1] اس سے غالباً کتاب خلاصۃ الاحکام مصنفہ امام نووی مراد ہے

Marfat.com

ہو گیا۔ ان لوگوں نے ان پر بھی لعنت کرنے کو جائز قرار دیا جنہوں نے الحسینؓ کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا، یا اس کی اجازت دی یا اس پر اپنی رضا کا اظہار کیا۔"

اختلاف کا تذکرہ کرنے کے بعد شارح اپنی رائے ان الفاظ میں لکھتا ہے :۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید کا قتل الحسینؓ پر رضامندی کا اظہار اور قتل پر اپنی خوشی کا اظہار اور نبیؐ کے خاندان کی توہین، یہ ایسی باتیں ہیں جو تواتر سے ثابت ہیں۔ اس لئے ہم اس پر لعنت کے بارے میں بالکل تامل نہیں کرتے بلکہ ہم کو اس کے عقائد کے بارے میں بھی فیصلہ کرنے میں کوئی توقف نہیں ہے (یعنی ہم اسے کافر یقین کرتے ہیں) اس لئے اس پر اور اس کے اعوان و انصار سب پر خدا کی لعنت ہو۔"

میری رائے میں یہ فقرہ جو "حقیقت یہ ہے" سے شروع ہو کر لعنت پر ختم ہوتا ہے علامہ موصوف کا تحریر کردہ نہیں ہے بلکہ کسی سبائی نے اپنی طرف سے شامل کر دیا ہے۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ لعنت کے جواز پر جو تین وجوہ بیان کی گئی ہیں وہ تینوں غلط اور جھوٹی ہیں کیونکہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتیں۔ میں اپنے دعوے کے ثبوت میں تاریخ ابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ جلد سوم مطبوعہ ۱۳۵۶ھ، صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰ سے ضروری تصریحات پیش کرتا ہوں۔

ا ۔ یزید نے الحسینؓ کے سر کو دیکھ کر کہا خدا کی قسم اگر میں (کربلا میں) تیرے ساتھ ہوتا تو میں تجھے قتل نہ کرتا۔

ب۔ کوئی عورت آل یزید میں سے ایسی باقی نہ رہی جس نے اس واقعہ پر ماتم نہ کیا ہو۔

ج ۔ یزید نے حکم دیا کہ علی ابن حسینؓ اور اس کے خاندان کی عورتوں کو علیحدہ مکان میں ٹھہرایا جائے اور یزید نہ صبح کا کھانا کھاتا تھا نہ رات کا جب تک علی ابن حسینؓ کو اپنے ساتھ شریک طعام نہ کر لیتا تھا۔

د ۔ یزید نے کہا میں تو حسینؓ کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا اور جو وہ چاہتا اسی کا حکم دیتا۔ خواہ اس سے میری سلطانی کو ضعف ہی کیوں نہ پہنچتا اور میں یہ طرز عمل اس قرابت کی بنا پر کرتا جو اسے رسول اللہؐ سے حاصل تھی۔

Marfat.com

ھ۔ اللہ لعنت کرے ابن مرجانہ پر اور اپنا غضب نازل کرے اس پر
و۔ اور جب یزید نے ارادہ کیا کہ ان کو مدینے بھیجے تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ضروری سامان سفر مہیا کیا جائے اور ایک امین آدمی اہل شام میں سے مع فوج ان کے ساتھ کرے۔

ز۔ بوقت رخصت یزید نے علی کو بلایا اور کہا "اللہ لعنت کرے ابن مرجانہ پر قسم خدا کی اگر میں اس کے ساتھ ہوتا جو وہ طلب کرتا اسے دیتا اور اس سے اس کی مصیبت کو دور کرتا خواہ اس میں میرا کوئی بیٹا ہی کیوں نہ کام آجاتا۔ لیکن اللہ کا فیصلہ یہی تھا جو تو نے دیکھا اے بیٹے جب تجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو مجھے لکھنا۔
ح۔ جب قافلہ مدینہ پہنچا تو فاطمہ بنت علی نے اپنی بہن زینب سے کہا "اس شخص نے (جو قافلے کا انچارج تھا) ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے کیا تیرے پاس کچھ ہے جو اسے دیا جائے"؟ زینب نے کہا ہمارے پاس زیورات کے سوا اور کیا ہے؟ پس دونوں نے اپنے سوارین اور دملجین اتارے اور اس کے پاس بھیجے لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے یہ حُسنِ سلوک رسول اللہ سے تمہاری قرابت کی بنا پر کیا ہے۔"

میں نے احتیاطاً ابن اثیر کی عربی عبارت کا ٹھیٹھ لفظی ترجمہ کر دیا ہے۔ اب قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ ان تصریحات سے وجوہِ لعن و تکفیر میں سے کوئی ایک وجہ بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ابن اثیر کے علاوہ کسی مستند تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امیر یزیدؒ نے قتلِ حسینؓ کا حکم دیا تھا یا قتل کی اطلاع پر چراغاں کیا تھا یا جشن مسرت منعقد کیا تھا یا خواتین کی بے حرمتی کی تھی۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ آخری فقرہ علامہ تفتازانی ہی کے قلم سے نکلا ہے تو وہ دوسرے لفظوں میں علامہ کو تاریخ اسلام سے ناواقف ثابت کر رہا ہے۔ علامہ تفتازانی نے ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ اس لئے انہوں نے تاریخ طبری مصنفہ طبری المتوفیٰ ۳۱۰ھ اور تاریخ الکامل مصنفہ ابن اثیر متوفیٰ ۶۳۰ھ اور البدایہ والنہایہ مصنفہ ابن

Marfat.com

کثیر متوفی ۷۷۴ھ ضرور پڑھی ہوگی۔ اب عقلاً صرف دو صورتیں ممکن ہیں۔

۱۔ یا تو علامہ تفتازانی کو ایک جاہل شخص تسلیم کر لیا جائے۔

۲۔ یا پھر اس عبارت کو ان سے منسوب کرنے کی بجائے کسی جاہل سبائی کی تدسیس قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ، اس عبارت کے الحاقی ہونے پر ایک داخلی شہادت بھی پیش کرتا ہوں۔

شرح عقائد نسفی کا جو نسخہ میرے پیش نظر ہے وہ ۱۳۲۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا اس نسخے میں ہر جگہ حضرت حسین کے نام کے آگے رضؓ لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کا مسلمہ دستور ہے مگر اس عبارت میں لفظ حسین کے اوپر ؑ بنا ہوا ہے۔ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوگا کہ جب چار سطور پہلے رضؓ بنا ہوا ہے تو یہاں اس فقرے میں ؑ کیوں بنا ہوا ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ فقرہ کسی ایسے شخص نے اپنی طرف سے داخل کتاب کیا ہے جو حضرت حسین کو انبیاء کا ہم پلہ یقین کرتا ہے یعنی طائفہ سبائیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آئندہ کاتبوں نے نقل مطابق اصل کے قاعدے کی پابندی کی حتیٰ کہ یہ شاہد تدسیس ہمارے زمانے کی مطبوعہ کتابوں میں بھی بجنسہٖ موجود ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مجھے کسی ایسے شخص نے لکھا ہے جو شارح کتاب علامہ تفتازانی کا ہم خیال اور ہم عقیدہ نہیں تھا۔

اب ایک مثال سیرۃ النبیؐ سے درج کرتا ہوں۔

سیرۃ النبی کی کتابوں میں ابن اسحٰق کی سیرۃ غالباً قدیم ترین ہے۔ یہ شخص مدینے میں ۸۵ھ میں پیدا ہوا تھا اور بغداد میں ۱۵۱ھ میں فوت ہوا۔ عقائد کے لحاظ سے شیعہ تھا۔ اس کی تصنیف موسومہ سیرۃ رسولؐ کو ابن ہشام نے ایڈٹ (مرتب) کیا جو بصرے میں پیدا ہوا تھا اور ۲۱۸ھ میں فسطاط (مصر) میں فوت ہوا۔ ابن اسحٰق کی سیرت آجکل سیرت ابن ہشام کے نام سے معروف ہے ابن اسحٰق غزوۂ خیبر کے سلسلے میں لکھتا ہے۔

"عبداللہ بن سہیل نے مجھ سے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا کہ مرحب

Marfat.com

یہودی مسلح ہو کر قلعے سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا "خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں الخ"
رجز پڑھنے کے بعد اس نے سب مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ اس کے جواب
میں کعب ابن مالک نے یہ رجز پڑھا "خیبر جانتا ہے کہ میں کعب ہوں الخ"
رجز خوانی کے بعد آنحضرت ؐ نے فرمایا "اس شخص کا مقابلہ کون کرے گا ؟"
محمد ابن مسلمہؓ نے جواب دیا "مرحب کا مقابلہ میں کروں گا کیونکہ اس شخص سے انتقام
لینا مجھ پر واجب ہے جس نے کل میرے حقیقی بھائی کو قتل کیا تھا" یہ سن کر
آنحضرت صلعم نے انہیں مرحب کے مقابلے میں جانے کی اجازت دی اور ان
کی فتحیابی کے لئے دعا کی۔ جب مرحب اور ابن مسلمہؓ ایک دوسرے کی طرف بڑھے
تو ایک درخت درمیان میں حائل ہو گیا۔ انہوں نے اس کی شاخیں کاٹنی شروع کیں
یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے۔ پہلے مرحب نے وار کیا جسے ابن مسلمہ
نے ڈھال پر روکا۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے وار کیا اور مرحب کو قتل کر دیا۔

ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ جب مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے
بھائی یاسر نے دعوت مبارزت دی تو حضرت زبیر بن العوام مقابلے پر نکلے ان کی
والدہ حضرت صفیہ نے آنحضرت سے پوچھا کیا دشمن میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟
آپ نے جواب دیا "نہیں، بلکہ تمہارا بیٹا انشاء اللہ اپنے دشمن کو قتل کرے گا۔ حضرت
زبیر یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے "خیبر جانتا ہے کہ میں زبیر ہوں اور ان لوگوں کا سردار
ہوں جو غیر فرار ہیں الخ" چنانچہ زبیر نے یاسر کو قتل کر دیا۔

بُریدہ بن سفیان بن فروہ نے مجھ سے (ابن اسحٰق) کہا کہ میرے باپ نے الاکوع
سے سنا کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکرؓ کو خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ فتح کرنے کو
بھیجا لیکن وہ قلعہ فتح کئے بغیر واپس آ گئے۔ دوسرے دن آنحضرت ؐ نے حضرت عمرؓ کو
بھیجا لیکن وہی ہوا جو ان سے پہلے ہو چکا تھا۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا "کل جھنڈا اس کو دوں گا جو
اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سے فتح عطا کرے گا
وہ بھاگنے والا نہیں ہے" چنانچہ دوسرے دن آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا جو آشوب چشم

Marfat.com

میں مبتلا تھے۔ آنحضرت نے اپنا لعاب دہن لگا دیا آنکھیں اچھی ہو گئیں اور جھنڈا دیکر فرمایا "اسے لے کر جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہارے ذریعے سے فتح عنایت کرے" چنانچہ حضرت علی بعجلت تمام قلعے کے نزدیک پہنچے اور پتھروں کے ڈھیر میں جھنڈا گاڑ دیا۔ قلعے کی چوٹی سے ایک یہودی نے انہیں دیکھ کر نام پوچھا جب انہوں نے اپنا نام بتایا تو اس نے کچھ اس قسم کے الفاظ کہے کہ موسیٰ کی وحی کے مطابق تم کامیاب ہو گئے یا وہ الفاظ کہے جن کا مطلب یہ تھا حضرت علیؓ واپس نہیں آئے جب تک اللہ نے انہیں فتح عطا نہیں کر دی۔"

۲۔ عبداللہ بن الحسن نے مجھ (ابن اسحق) سے کہا کہ میرے خاندان کے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میں نے ابو رافع (آنحضرت کے آزاد کردہ غلام) سے سنا کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا جھنڈا دے کر بھیجا اور وہ قلعے کے نزدیک پہنچے تو اس کے محافظ باہر نکلے اور حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کی۔ ایک یہودی نے ان پر حملہ کیا جس سے ان کی ڈھال ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اس لئے حضرت علیؓ نے جلدی سے دوڑ کر ایک دروازے کا اٹھا اٹھا لیا جو قلعے کے پاس پڑا تھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا جب فتح حاصل ہو گئی ——— تو اسے پھینک دیا۔ میں نے اس دروازہ کو اٹھا کر سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اٹھانے کی کوشش کی مگر ہم اسے نہ اٹھا سکے۔" (مقتبس از انگریزی ترجمہ سیرۃ ابن اسحاق موسومہ سیرت رسول اللہؐ صفحات ۵۱۲ تا ۵۱۴ مطبوعہ لندن ۱۹۵۵ء)

یہ اقتباسات ابن اسحق یعنی ایک شیعہ مصنف کی کتاب سے پیش کئے گئے ہیں جو اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اس نے اپنی اس تصنیف میں حضرت ابان بن حضرت عثمانؓ بن عفان کی تصنیف کتاب المغازی سے جو اس موضوع پر اولین تصنیف ہے اپنی تصنیف میں ان سے کوئی روایت قبول نہیں کی ہے اور نہ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ محض اس لئے کہ حضرت ابان داماد رسولؐ خلیفہ راشد امام مظلوم حضرت عثمان شہید فی سبیل اللہ کے بیٹے تھے اللہ اکبر کس قدر احتیاط ملحوظ رکھی! بہرحال ان اقتباسات سے حسب ذیل حقائق اظہر من الشمس ہیں

۱۔ مرحب کو حضرت علی نے قتل نہیں کیا بلکہ حضرت محمد ابن مسلمہؓ نے قتل کیا۔

Marfat.com

۲۔ حضرت علیؓ نے خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ فتح کیا تھا۔

۳۔ عبداللہ بن الحسن والی روایت جس کی رو سے حضرت علیؓ نے کواڑ سے ڈھال کا کام لیا نہ اصول روایت کے اعتبار سے قابل اعتبار ہے اور نہ اصولِ درایت کے لحاظ سے لائق قبول ہے۔ اصول روایت کی رو سے اس لئے نہیں کہ عبداللہ بن الحسن نے یہ نہیں بتایا کہ یہ داستان میں نے کس سے سنی۔ تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس روایت کے راویوں میں سے کوئی راوی مجہول الاسم ہو یعنی اس کا نام معلوم نہ ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور اصول درایت کی رو سے اس لئے نہیں کہ جب حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی تو عقل یہ کہتی ہے کہ انہیں دوڑ کر اپنی ڈھال اٹھا لینی چاہیے تھی نہ یہ کہ وہ ڈھال کو چھوڑ کر اس کواڑ کو اٹھانے جاتے جو قلعے کے پاس پڑا ہوا تھا۔ یہ بات اس وقت قابل قبول ہوتی جب راوی یہ واضح کر دیتا کہ ڈھال بہت دور مثلاً پچاس قدم پر تھی اور دروازہ یا کواڑ بہت نزدیک تھا۔ علاوہ ازیں دنیا میں آج تک کوئی دروازہ یا کواڑ ایسا نہیں بنایا گیا جو ڈھال کا کام دے سکے۔ ڈھال اور دروازے میں دور کی مناسبت بھی نہیں ہے۔

۴۔ مرحب سے حضرت علی کی جنگ کا افسانہ دوسری صدی میں یعنی ابن اسحٰق کی زندگی میں وضع نہیں کیا گیا۔ ورنہ ابن اسحٰق جس نے دروازے کا افسانہ درج کر دیا اس افسانے کو یقیناً زینت کتاب بناتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مرحب سے حضرت علیؓ کی جنگ کا افسانہ تیسری صدی میں وضع کیا گیا اور جس طرح بہت سی غلط روایات سبائیوں کی تدسیس سے اہل سنت کی کتابوں میں راہ پا گئیں یہ افسانہ بھی ان کی کتابوں میں جگہ پا گیا۔ فی الجملہ سیرۃ کی قدیم ترین کتاب کی رو سے بالکل واضح ہے کہ مرحب کو محمد ابن مسلمہؓ نے قتل کیا تھا لیکن افسانہ طرازوں نے مرحب اور حضرت علیؓ کے مابین فرضی قتال کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے اس کی تفصیل کیلئے میں البدایہ والنہایہ مولفہ امام ابن کثیر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ سے ضروری اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں۔

Marfat.com

۱۔ حافظ البزار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یوم خیبر میں پہلے ابو بکرؓ اور پھر عمرؓ کے بھیجنے اور اس کے بعد علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہونے کا جو قصہ ہے۔ اس کے سیاق میں غرابت اور نکارت ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو متہم بالتشیع ہے۔

۲۔ روایت کی موسیٰ ابن عقبہ نے زہری سے کہ تحقیق جس نے قتل کیا مرحب کو وہ محمد بن مسلمہؓ تھے اور یہی کہا ہے محمد ابن اسحٰق نے بروایت جابر ابن عبد اللہ کہ نکلا مرحب الیہودی خیبر کے قلعے سے یہ رجز پڑھتا ہوا "قد علمت خیبر انی مرحب" تو آں حضرتؐ نے کہا "اس کا مقابلہ کون کرے گا"۔ محمد ابن مسلمہ نے کہا "میں کروں گا" فضربہٗ محمد ابن مسلمہ حتیٰ قتلہٗ یعنی تلوار ماری ابن مسلمہ نے یہاں تک کہ قتل کر دیا اُس کو (یعنی مرحب کو) صـ۱۸۹ ج ۴

۳۔ کہا یونس نے ابن اسحٰق سے کہ روایت ہے کہ مجھ سے کہا میرے خاندان کے ایک شخص نے کہ اس نے سُنا ابو رافع مولیٰ رسول اللہؐ سے کہ ہم نکلے علیؓ کے ساتھ جب بھیجا ان کو رسول اللہ نے اپنا جھنڈا دے کر جب ہم قلعے کے پاس پہنچے تو اہل قلعہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ ایک یہودی کی ضرب سے علیؓ کی ڈھال ان کے ہاتھ سے گر پڑی تو قلعے کے دروازے کو ڈھال بنایا یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا... میرے ساتھ سات آدمی اور تھے میں آٹھواں تھا مگر ہم سے دروازہ پلٹا نہ جا سکا۔"

اس افسانے پر ابن کثیر نے یہ تنقید کی ہے۔ وَفِی هٰذَا الْخَبَرِ جَهَالَةٌ وَانْقِطَاعٌ ظَاهِرٌ یعنی اس روایت میں جہالت بھی ہے اور انقطاع ظاہر بھی ہے (یعنی بیچ کا راوی غائب ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔

۴۔ حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس دروازے کو چالیس آدمی بھی مل کر نہ اٹھا سکے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بھی ضعیف (ناقابل اعتبار) ہے۔

۵۔ جابر سے روایت ہے کہ ستر آدمیوں نے اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بھی ضعیف (ناقابل اعتماد) ہے (صـ۱۹۰ ج ۴)

۵ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

Marfat.com

۲۔ الواقدی نے بھی جابر سے یہی روایت کی ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہؓ نے قتل کیا تھا"

(صفحہ ۱۰۹ جز ۴)

اختصار بقدر ضرورت از البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد چہارم صفحات ۱۸۰ تا ۱۹۰

مطبوعہ مصر ۱۹۳۲ء۔

بخوف طوالت میں ان موضوع روایتوں کو نقل نہیں کر سکتا جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا میرا مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ مرحب کو محمد ابن مسلمہؓ نے قتل کیا تھا نہ کہ حضرت علیؓ نے۔ الحمد للہ کہ میں نے اس بات کو بخوبی یعنی ابن اسحٰق کی گواہی سے ثابت کر دیا جو شیعہ تھا۔ لہٰذا وہ تمام افسانے جو مرحب اور حضرت علیؓ کی اس فرضی جنگ کے سلسلے میں تصنیف کئے گئے ہیں۔ خود بخود باطل اور بے اصل و بے بنیاد قرار پاتے ہیں۔ یہ روایتیں جیسا کہ محدثین اور محققین، مثلاً علامہ سخاوی نے لکھا ہے سراسر لغو ہیں۔ (سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اوّل صفحہ ۴۸۹)

چونکہ میں تصوّف کی تاریخ لکھ رہا ہوں نہ کہ تدسیسِ سبائیہ و باطنیہ کی تاریخ اس لئے انہی چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کے بعد اہل سنت صوفیوں کی تصانیف سے ایسے اقوال پیش کروں گا جو اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہیں لیکن ان صوفیوں نے سبائیت اور باطنیت سے متاثر ہو کر ان کو قبول کر لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔

ان صوفیوں کی کمزوری یہ تھی کہ یہ لوگ نہ محدّث تھے نہ مورخ تھے۔ اس پر مستزاد یہ امر ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک تحقیق و تدقیق و تنقید، یہ سب باتیں سوءِ ادب میں داخل ہو گئی تھیں۔ جنیدؒ کا تصوف یہ تھا کہ "ہم ہر بات کو قرآن اور سنت کی کسوٹی پر آ کر دیکھیں گے اگر کوئی بات کتاب و سنت کے خلاف ہوگی۔ فھو مردود"

(حاشیہ صفحہ ۸۹)
خدا کا شکر ہے کہ منکرین کے تبرک عدد پر حاملین باب خیبر کی تعداد کا اختتام ہو گیا۔ واضح ہو کہ سات چالیس اور ستر کا شدید اختلاف کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

Marfat.com

خواہ وہ کسی کی زبان سے نکلی ہو لیکن نویں صدی ہجری میں باطنیہ کی مساعی قبیحہ سے سُنّی صوفیوں کی ذہنیت یہ ہو گئی تھی کہ وہ قول کے حسن و قبیح کے بجائے قائل کو دیکھنے لگے تھے۔ مثلاً ایک روایت خواہ کتنی ہی خلاف عقل و نقل کیوں نہ ہو اگر وہ کسی بزرگ سے منسوب ہے تو محض اس سے نسبت کی وجہ سے قابل اعتماد قرار پا جائے گی اور اس میں تحقیق یا اس پر تنقید کو سوء ادب سمجھا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں صدیوں سے غلط روایات نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں اور آج کسی میں یہ اخلاقی ہمت نہیں ہے کہ انہیں غلط کہہ کر اپنی مرجعیت اور منصوبیت سے دستبردار ہو جائے۔

باطنیت

گمراہی کے دروازوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور مضرت رساں دروازہ جو باطنیہ نے کھولا وہ یہ تھا کہ ہر لفظ کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک حقیقی یا باطنی۔ انہوں نے الفاظ کے اس باطنی پہلو پر اس قدر زور دیا کہ ان کا اصلی نام اسمٰعیلیہ غیر معروف ہو گیا اور وہ باطنیہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بہرکیف انہوں نے کہا کہ اسی طرح قرآن و حدیث کے الفاظ کے بھی دو دو معنی ہیں ایک ظاہری دوسرے باطنی اور ان کو آپس میں وہی نسبت ہے جو پوست (ظاہر) کو مغز سے ہے۔ جہلاء صرف ظواہر (ظاہری معنی) سے آگاہ ہیں حقائق یا باطنی معانی کو صرف اہل اسرار جانتے ہیں جو شخص ظواہر میں گرفتار ہے وہ شریعت کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے اور دین کی نہایت نیچی سطح پر ہے جو شخص اہل باطن کی صحبت میں رہ کر حقائق سے آشنا ہو جاتا ہے وہ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت کا یہی مفہوم ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ یعنی رسول اس بوجھ سے نجات دلاتا ہے جس کے تلے وہ اعوام (؟) دبے ہوئے تھے اور وہ طوق اتارتا ہے جو اُن کی گردنوں میں پڑے

Marfat.com

ہوئے تھے (۷۔ ۱۵۷)

باطنیہ نے اپنی اس بنیادی تعلیم کو عوام کے سامنے صوفی بن کر پیش کیا۔ رفتہ رفتہ جاہل صوفیوں نے پہلے ظاہر اور باطن کی تفریق کا اصول اختیار کیا پھر اس کے منطقی نتیجے کو بھی قبول کر لیا یعنی انہوں نے شریعت اور طریقت میں تفریق کر دی اور کہنے لگے کہ شریعت کا حکم کچھ اور ہے اور طریقت کا حکم کچھ اور ہے۔ آخر کار انہوں نے باطنیہ کی اس تعلیم کو بھی تسلیم کر لیا کہ جب سالک کو معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ قیدِ شریعت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنے اس باطل عقیدے پر اس آیت سے استدلال کیا وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اور اس کا ترجمہ اس طرح کیا صرف اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کر جب تک تجھے یقین حاصل نہ ہو۔ جب معرفت یا یقین حاصل ہو جائے تو اتباعِ شریعت کی حاجت نہیں ہے۔

باطنیہ نے اس طرح لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کر دیا۔ عوام کے پاس کوئی آلہ یا معیار نہ اس وقت تک تھا نہ اب ہے نہ آئندہ کبھی ہوگا جس کی مدد سے وہ یہ معلوم کر سکتے کہ یہ شخص جو ظاہر میں صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے بیٹھا، تصوف کے اسرار و رموز بیان کر رہا ہے۔ باطن میں کیا ہے؟ اگر کسی عامی نے اعتراض بھی کیا کہ یہ قول قرآن یا حدیث کے خلاف ہے تو معتقدین نے اسے گستاخ قرار دے کر مجلس سے باہر نکال دیا۔ قصہ ختم شد۔

میں نے یہ صراحت اس لئے کی کہ آج بیسویں صدی میں بھی سنی عوام کے دلوں میں جو یہ تفریق جاگزین ہے اور وہ اپنے "بزرگوں" کی خلافِ شرع باتوں پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ ان کو از قبیل رموز و اسرارِ طریقت سمجھتے ہیں، یہ تفریق عبداللہ بن سبا کے متبعین کی پیدا کردہ ہے اور بیس سال کے مطالعہ کے بعد میرا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ سبائیت اور اس کی نکھری ہوئی صورت یعنی باطنیت دراصل نبوت و رسالتِ محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت یا باغیانہ تحریک تھی یعنی ولایت کے پردے میں نبوت کی تحقیر و تذلیل۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

اقتباس از ولایت نامہ تالیف سلطان العارفین و برہان الواصلین مولا الشہید الحاج ملا سلطان محمد گنا بادی، سلطان علی شاہ، چاپ دوم، چاپخانہ دانش گاہ تہران ۱۳۸۵ قمری ص ۲۵

"قبول رسالت بیعت کردن است بر قبول احکام ظاہری، و قبول ولایت بیعت کردن است بر قبول احکام باطنی۔ اول را اسلام و ثانی را ایمان می گویند و چون قبول رسالت بجہت وصول بسوئے ولایت است کہ فرمود وَلٰكِنِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ (۴۹-۱۷) و فرمود اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (۵-۶۷) یعنی رسالت تو مقدمۂ ولایت علی علیہ السلام است اگر تبلیغ ولایت نکردی و بیعت بولایت علی نگرفتی ہیچ تبلیغ رسالت نکردہ کہ مقدمہ بدون ذی مقدمہ وجودش با عدم مساوی است و بملاحظہ حیثیت رسالت و ولایت نسبت بحدیث دادہ شد کہ لَوْلَا عَلِيٌّ لَمَا خَلَقْتُكَ (انتہی بلفظہ)

میں نے یہ زحمتِ نقل اس لئے گوارا کی ہے کہ اگر میں اس عبارت کا اردو ترجمہ درج کر دیتا تو بعض قارئین ضرور دل میں کہتے کہ مصنف نے یہ باتیں نہیں لکھی ہونگی مترجم سے ترجمہ کرنے میں غلطی ہو گئی یا مفہوم تک اس کی رسائی نہ ہو سکی۔ لیکن ان لوگوں کی خاطر جو عربی اور فارسی نہیں جانتے اس کا مطلب ذیل میں درج کئے دیتا ہوں۔

۱۔ مصنف کی نقل کردہ پہلی آیت قرآن مجید میں یوں ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ ۵ یعنی بلکہ اللہ احسان رکھتا ہے اوپر تمہارے یہ کہ ہدایت کی تم کو طرف ایمان کے (۴۹-۱۷)

۲۔ قبولِ رسالت کا معنیٰ ہے بیعت کرنا۔ احکامِ ظاہری کے قبول کرنے پر۔

۳۔ قبولِ ولایت کا معنیٰ ہے بیعت کرنا۔ احکامِ باطنی کے قبول کرنے پر

یعنی رسالت کا تعلق احکامِ ظاہری سے ہے اور ولایت کا تعلق احکامِ باطنی سے ہے۔ یہی تعلیم باطنیہ نے دی تھی یعنی احکامِ ظاہری اور باطنی کی تفریق جس سے شریعت اور طریقت میں تفریق پیدا ہو گئی اور امامت میں تفرقہ

Marfat.com

رونما ہوگیا۔

۴۔ رسالت محمدی کو قبول کرنا اسلام ہے۔ ولایت علی کو قبول کرنا ایمان ہے۔

۵۔ اے رسول اگر تونے ایسا نہ کیا پس نہ پہنچایا تونے پیغام اُس (اللہ) کا (۵-۶۷)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد تیری رسالت۔ مقدمہ ہے۔ ولایت علی کا اگر تو نے ولایت کی تبلیغ نہیں کی اور ولایت کی بیعت نہیں لی تو رسالت کی تبلیغ بالکل نہیں کی کیونکہ مقدمہ اگر ذی المقدمہ کے بغیر ہو تو اس کا وجود اور عدم دونوں مساوی ہیں۔

۶۔ رسالت اور ولایت کی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس حدیث سے نسبت دی گئی کہ اگر علی (پیدا) نہ ہوتا تو اے محمد میں تجھے (بھی) پیدا نہ کرتا۔

اس عبارت پر راقم الحروف کو بارائے تبصرہ ہے نہ حوصلۂ تنقید صرف دو تین باتوں پہ اکتفا کرتا ہے۔

ا۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ولایت، نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ کیونکہ ایمان، بہرحال افضل ہے اسلام سے۔

ب۔ جب تک ایک شخص ولایتِ علیؓ پر ایمان نہ لائے، مومن نہیں ہو سکتا۔

ج۔ رسالتِ محمدی کی بذاتِ خویش کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور نہ مقصود بالذات ہے بلکہ وہ مقدمہ ہے ولایتِ علی کا اور اس لئے منطقی طور پر مقصود بالعرض ہے

د۔ رسالت ذریعہ یا واسطہ ہے حصول مقصد کا اور وہ مقصد ہے "گرفتن بیعت ولایت علی" اور یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کہ ذی واسطہ یا مقصد، واسطے یا وسیلے سے افضل ہوتا ہے اس لئے ولایت افضل ہے، رسالت سے۔ یعنی صاحب ولایت افضل ہے صاحب رسالت سے بالفاظ واضح تر حضرت علیؓ افضل ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۷۔ قرآن سے تو یہ معلوم ہے کہ بعثتِ رسول کا مقصد یہ ہے کہ وہ دین الحق (اسلام) کو تمام ادیان عالم پر غالب کردے۔ کما قال اللہ عزوجل هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ اللہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ساتھ ہدایت اور دین حق کے تاکہ وہ اس کو غالب کر دے سب دینوں پر۔

لیکن سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اللہ نے رسول کو اس لئے بھیجا کہ وہ حضرت علیؓ کی ولایت پر لوگوں سے بیعت لے اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو اس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہو جائیں گے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس میں فہم سرگردان ہے اور عقل حیران ہے

اگر اس جگہ یہ اعتراض کیا جائے کہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ کا ترجمہ تو یہ ہوگا کہ اے رسول پہنچا دے لوگوں کو جو کچھ اتارا گیا ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو نے تو نہ پہنچایا پیغام اس کا اب نہ تو ان دونوں جملوں میں حضرت علیؓ کا اسم گرامی آیا ہے اور نہ سارے قرآن میں کہیں ان کا نام آیا ہے[1] نہ ان آیتوں سے پہلے ان کا تذکرہ ہے۔ اور نہ ان کے بعد ان کا تذکرہ ہے پس اندریں صورت ان دو آیتوں سے حضرت علیؓ کا تعلق کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ تبلیغ کا مطلب تبلیغ ولایت و بیعت گرفتن ولایت علیؓ کیسے ہو سکتا ہے مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا مصداق تو قرآن ہے کیونکہ وہی آنحضرتؐ پر بواسطہ جبریل نازل ہوتا تھا۔ و مطلب یہ ہوا

[1] اللہ کو بخوبی معلوم تھا کہ عبداللہ ابن سبا اسلام میں شخصیت پرستی کا فتنہ پیدا کرے گا۔ اس لئے اس نے قرآن میں صرف ان دو آدمیوں کا ذکر ان کا نام لے کر کیا ابو لہب۔ اور زید۔ جن کے بارے میں اسے علم تھا کہ سبائی ان ناموں کو استعمال نہیں کریں گے۔ اللہ نے اس باب میں اس قدر احتیاط ملحوظ فرمائی کہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ کو یار غارؓ کے نام پر ترجیح دی۔ یعنی چھ الفاظ استعمال کئے گئے مگر ایک لفظ ابو بکرؓ نہ فرمایا لیکن یہ چھ الفاظ ہیں ایسے کہ سبائی بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ثانی سے حضرت ابو بکرؓ ہی مراد ہیں ثانی کی تائید دیکھئے کہ صدیق اکبرؓ ہر بات میں ثانی ہیں چنانچہ اقبال مرحوم نے لکھا ہے۔

ہمت او کشت ملت را چو ابر ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

Marfat.com

کہ قرآن لوگوں کو پہنچا اور اسی قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ظاہری معنیٰ ہیں۔ لیکن سلطان العارفین نے اس کے باطنی معنی بیان کئے ہیں جو صرف "اہلِ اسرار" پر منکشف ہوتے ہیں۔ صرفیوں اور نحویوں کی رسائی اس مقام تک نہیں ہو سکتی۔

باطنی معنی نکالنے کے لئے قرآن کے ظاہری الفاظ کی تاویل اس طریقے اور اس انداز سے کرنا کہ صرف، نحو، معانی، بیان، عقل اور خرد سب کا خاتمہ ہو جائے اور پڑھنے والا وادی حیرت میں گم ہو جائے۔ باطنیہ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ امت محمدی پر جس کا اندازہ یہ امت ابھی تک نہیں لگا سکی ہے یہ فتنہ رومی کے زمانے میں اپنے شباب کو پہنچ چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو اس طرح متنبہ کیا ہے۔

می کنی تاویل حرفِ بکر را　　　خویش را تاویل کن نے ذکر را

میرا خیال ہے کہ آیت زیر بحث کے جو معنی "برہان الواصلین" نے بیان کئے ہیں۔ وہ رسول تو کیا خدا کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئے ہوں گے۔ شاید اقبال نے اسی قسم کی تاویلاتِ باطلہ کے نمونے دیکھ کر یہ قطعہ کہا ہوگا۔

زمن بر صوفی و ملا سلامے　　　کہ پیغام خدا گفتند مارا

ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت　　　خدا و جبریل و مصطفےٰ را

باطنیہ کی اسی تدسیس کی بدولت صحیح اسلامی (قرآنی) تصوف کی ساتویں صدی ہجری میں ایسی قلب ماہیت ہو چکی تھی کہ تصوف اور تشیع مترادف الفاظ بن گئے تھے چنانچہ حیدر علی آملی صاحب تفسیر بحر الابحار نے لکھا ہے۔

"تصوف طریقہ سر نصوی است و تصوف و تشیع یک معنی دارد"

(ماخوذ از اصول تصوف مولفہ ڈاکٹر احسان اللہ استخری صن۲)

یہی مؤلف ولایت کی بحث میں لکھتا ہے:-

"ولایت از آنِ خدا است و بر آں ایں آیت شاہد است هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ"

Marfat.com

(۱۵۰۵-۴۴ھ) از خدا مصطفیٰ و درایں حقیقت جامعیت است۔ تن و ثمرتا حضرت قائم ثانی عشر یک پایہ و دارائے یک مایہ اند چنانچہ رسول فرمود (الف) انا و علی من نور واحد (ب) انا و علی من شجرۃ واحدۃ یا رشاعرے ایں حدیث را چنیں نظم کردہ است (اصول تصوف مؤلفہ ڈاکٹر احسان اللہ استخری صد ۶۹)

علی و مصطفیٰ ہمچو دو دیدہ ! زیک نور جلیل اند آفریدہ

مقصود ان تصریحات سے یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں نقشبندی سلسلے کے علاوہ جس قدر سلسلے سُنیوں میں پائے جاتے ہیں۔ سب میں کم و بیش یہی عقائد مسلّم اور مقبول ہیں۔ سنی عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے خواص بھی حضرت علیؓ کے بارے میں یہی عقائد رکھتے ہیں۔ بلکہ بوقت حاجت رسول کے بجائے انہی کو پکارتے ہیں اور کیوں نہ پکاریں جب وہ اپنے بزرگان سلسلہ کی تصانیف میں یہ پڑھتے رہتے ہوں کہ جنگ تبوک میں خود آنحضرتؐ نے "مولا علی" کو پکارا تھا

اسی لئے عصر حاضر کے مصری محقق ڈاکٹر زکی مبارک کو یہ کہنے کا موقع مل سکا۔

والواقع ان الصلۃ بین التشیع والتصوف فعلیؓ ھو معبود الشیعۃ و امام الصوفیۃ (التصوف الاسلامی مولفہ ڈاکٹر زکی مبارک جلد دوم صد ۲۳)

لہ مصنف نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ سراسر غلط ہے بلکہ قرآن پر ظلم عظیم ہے مصنف اتنی عربی ضرور جانتا ہوگا کہ وِلَایَۃ اور وَلَایَۃ میں فرق کر سکے مگر اس نے دانستہ تحریف معنوی سے کام لیا۔ تاکہ وہ یہ کہہ سکے کہ اس آیت کی رو سے "ولایت از آں خداست" اس آیت کا یہ مطلب اور معنی ہرگز نہیں ہیں۔ دلائل یہ ہیں:۔

(۱) آیت میں لفظ وَلَایَۃ ہے نہ کہ وِلَایَۃ اور ان دونوں لفظوں میں بہت فرق ہے۔ وَلَایَۃ (واؤ پر زبر کے ساتھ) کا معنی ہے۔ نصرت یا مدد یا کارسازی۔ وِلَایَۃ (واؤ کے نیچے زیر) کا معنی ہے۔ حکومت یا اقتدار یا ملک (دیکھو زمخشری)

(۲) اس آیت کے سیاق و سباق سے ثابت ہے کہ یہاں ولایت مزعومہ و مفروضہ کا قطعاً ذکر نہیں بلکہ میں قارئین کی آگاہی کے لئے اس بات کا اضافہ کرتا ہوں کہ پورے قرآن میں ولایت

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مزعومہ کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم تھا کہ سبائی حضرت علیؓ سے ولایت کو منسوب کر کے انہیں رسول سے بھی بڑھا دیں گے۔ اس لئے اللہ نے دو جگہ لفظ وَلَایَۃ تو استعمال کیا ہے۔ دیکھو ۲۰۸ مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۔ مگر لفظ وِلایۃ کہیں استعمال نہیں کیا قرآن میں نہ کہیں لفظ علی (اسم زوج فاطمہ) آیا ہے نہ لفظ ولایت آیا ہے اور نہ ولایت علی کا کوئی تذکرہ ہے ہر مومن متقی اللہ کا ولی (دوست) ہے اور اللہ اس کا ولی (دوست) ہے۔ بازآمدم برمطلب آیت زیر بحث سے پہلے اللہ نے دو آدمیوں کی مثال بغرض تذکیر بیان کی ہے جن میں سے ایک کو اللہ نے باغ اور دولت دی جس پر اس نے تکبر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اسے ان نعمتوں سے محروم کر دیا اس نے کہا يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا پھر آگے آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ کوئی جماعت اسے مدد نہ دے سکی اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا۔ اس کے بعد یہ آیت ہے کہ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ یعنی حقیقت یہ ہے کہ حکمرانی، کارسازی اور نصرت یہ ساری باتیں صرف اللہ کیلئے ثابت ہیں جو الحق یعنی سچا اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ اس آیت کو سبائیوں کی موہومہ ولایت سے کیا تعلق ہے لیکن اس فرقے نے باطنی مفہوم مستخرج کرنے کے لئے پہلے تاویل کا دروازہ کھولا، پھر تاویل کے ذریعے سے پورے قرآن کو بازیچہ اطفال بنا دیا۔ اس کی مثالیں سبائیہ باطنیہ قرامطہ کے لٹریچر سے بآسانی مل سکتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو قواعد آل محمد (باطنیہ) تالیف محمد بن حسن الدیلمی یمانی زمانہ تصنیف ۷۰۷ھ صفحہ ۱۱۰ مثلاً طہارۃ سے مراد ہے مذہب باطنی کے علاوہ ہر مذہب سے براءت۔ زنا سے مراد ہے علم باطن کے نطفے کو کسی ایسی ہستی کی طرف منتقل کرنا جو عہد میں شریک نہ ہو۔ روزے سے مراد ہے افشائے راز سے پرہیز کرنا۔ نماز سے مراد ہے امام وقت کی طرف لوگوں کو دعوت دینا۔ تیمم سے مراد ہے ماذون سے علم حاصل کرنا۔ حج سے مراد ہے اس علم کا طلب کرنا جو منزل مقصود ہے۔ زکوٰۃ سے مراد ہے اہل استعداد میں اشاعت علم کرنا:

(منقول از تاریخ دعوت و عزیمت مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی صہ ۱۰۸)

Marfat.com

باطنیت کے اثرات تصوف پر

اب ناظرین خود غور کریں کہ جن لوگوں (باطنیہ) نے قرآن کے ساتھ یہ تلعب کھیل کیا، انہیں اسلامی تصوّف کو کفر و شرک کا ملغوبہ بنا دینے میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔ ان کو تو اہل سنّت کو گمراہ کرنا تھا چونکہ تصوّف کی راہ سے گمراہی کی اشاعت آسان ترین تھی اور کامیابی یقینی تھی اس لئے انہوں نے اسلامی تصوّف ہی کو خاص طور سے ہدفِ تدبیس وتلبیس و تحریف بنایا اور جھوٹی روایتوں کو سنی صوفیوں کے دماغوں میں اس طرح جاگزیں کر دیا کہ اکثر نے انہیں بلاتحقیق قبول کر لیا اور ان روایتوں کے زیر اثر اکثر صوفیوں کے عقیدے، اہل سنت کے مسلّمہ عقائد سے مختلف ہو گئے بلکہ وہ بعض عقائد میں سبائیوں کے ہمنوا ہو گئے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں (واللہ المستعان)

(۱) عزّ الدین محمود بن علی کاشانی متوفی ۷۳۵ھ نے تصوّف میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہے "مِصْبَاحُ الْهِدَايَة وَمِفْتَاحُ الْكِفَايَة" اس کو پروفیسر جلال الدین ہمائی کے مقدمے اور تعلیقات کے ساتھ، کتاب خانۂ سنائی نے طہران سے شائع کیا ہے۔ پروفیسر مذکور نے اپنے مقدمے کا آغاز اپنی مخصوص ذہنیت کی بناء پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے "بنامِ خداوند بخشندۂ بخشائش گر مہربان" سے کیا ہے، حالانکہ ہر عالم جانتا ہے کہ لفظ "خداوند" "اللہ" کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا۔

چونکہ کاشانی نے یہ کتاب شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف کو سامنے رکھ کر لکھی ہے اس لئے بعض لوگوں کو یہ مغالطہ لاحق ہو گیا کہ یہ کتاب اس کا ترجمہ ہے چنانچہ نولکشوری نسخے میں اسے ترجمہ ہی لکھا گیا ہے۔

چونکہ کاشانی بباطن شیعہ ہے (جیسا کہ آگے چل کر واضح کروں گا) اس لئے مقدمہ نگار

Marfat.com

نے اس کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا ہے چنانچہ پروفیسر ہمائی اپنے مقدمے میں خود لکھتا ہے :-

ا۔ وہ ہر جگہ آل محمدؐ پر صلوات کو محمدؐ پر صلوات کی ردیف قرار دیتا ہے۔ مثلاً دیکھو دعائے بعد از طعام صلا ۲۷ الحمد لله الذي اطعمنا هذا ورزقناه من غير حول منا اللهم صل على محمد وال محمد (انتهى بلفظه صلا ۲۷)

ب۔ آیت نجویٰ کے بارے میں وہ شیعہ کی طرح یہ روایت کرتا ہے کہ علی علیہ السلام کے علاوہ کسی نے اس آیت پر عمل نہیں کیا اور اس طرح موافق منافق سے ممتاز ہو گیا صلا ۲۲۴

ج۔ ایک جگہ وہ یہ بات بھی نقل کرتا ہے کہ علی علیہ السلام نے عمرؓ کو نصیحت کی تھی صلا ۲۷

د۔ وہ علی علیہ السلام کو دوسرے صحابہ پر ترجیح و تفضیل دیتا ہے اور اپنے باطن میں ان کو تمام صحابہ سے زیادہ دوست رکھتا ہے لیکن اس کے اظہار کو واجب نہیں جانتا صلا ۴

اقتباس از مقدمہ صلا ۴۲، ۴۵

پروفیسر ہمائی کی یہ تصریحات میرے دعوے کے اثبات کے لئے بالکل کافی ہیں کہ کاشانی باطن شیعہ ہے تاہم اس نے صلا ۴ پر جو غلط بیانی کی ہے اسے نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کرنی مناسب ہے تاکہ جو سُنّی اسکی کتاب میں یہ عبارت پڑھیں وہ گمراہی سے محفوظ رہ سکیں۔

مصنف نے از راہ تقیہ صلا ۴ پر یہ لکھا ہے کہ "مومن حقیقی اس بات کو روا نہیں رکھ سکتا کہ اصحاب رسول پر قدح کرے کیونکہ انہوں نے رسول کی محبت میں مہاجرت کی اقارب سے جدائی اختیار کی اور اپنے اموال رسولؐ کے مبارک قدموں پر نثار کئے صلا ۹"

اگرچہ کاشانی نے اس عبارت میں حضرات ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ کا نام لے کر تذکرہ نہیں کیا ہے تاہم اس عبارت سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ اس کا لکھنے والا شاتم صحابۂ رسول نہیں ہے مگر اس فصل نہم کا آخری جملہ ایسا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہے۔

Marfat.com

"پس عقیدۂ صحیحہ سلیمہ یہ ہے کہ

و۔ سب صحابہؓ کو دوست رکھے اور ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح و تفضیل سے اپنے آپ کو روکے۔

ب۔ اگر اس کے باطن میں فضیلت کی بنا پر کسی صحابی کی محبت راجح ہو جائے تو اس کو پوشیدہ رکھے کیونکہ اس پر اس کا اظہار واجب نہیں ہے۔

ج۔ اُس مشاجرت کے باب میں جو امیرالمومنین علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان واقع ہوئی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام اجتہاد خلافت میں محق اور مصیب تھے اور امر خلافت کی مباشرت کے لئے مستحق اور متعین تھے جبکہ معاویہ مخطی اور مبطل اور مذنب اور غیر مستحق تھے مَن یَّھدِی اللّٰہُ فَھُوَ المُھتَدِ وَمَن یُّضلِل فَلَن تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرشِدًاؐ اس عبارت میں کاشانی اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو گیا ہے۔ اس گروہ کا شروع ہی سے یہ طریقہ رہا ہے کہ جس صورت سے اور جس طرح ہو سکے اہل سنّت کو گمراہ کیا جائے۔

واضح ہو کہ یہ عقاید اہل سنت کے ہرگز نہیں ہیں. کاشانی نے ایک صوفی کے لباس میں اہل سُنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے. ذیل میں اہل سنت کا عقیدہ صحیحہ سلیمہ درج کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔

(۱) پہلی صدی ہجری سے تا ایندم تمام اہل سنت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ یہ رہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ میں افضل و اکمل و اتقیٰ ہیں بلکہ انبیاء کے بعد تمام روئے زمین کے انسانوں سے افضل ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(ا) امام فخرالدین رازی، کتاب الاربعین میں صہ۴۶۲ پر لکھتے ہیں مذھب اصحابنا ان افضل الناس بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھو ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ یعنی اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ سب انسانوں میں افضل ہیں۔

(ب) امام نجم الدین النسفی، عقائد نسفی میں لکھتے ہیں" ہمارے نبیؐ کے بعد تمام

Marfat.com

انسانوں میں ابوبکرؓ افضل ہیں اور ان کے بعد عمر فاروقؓ" (انگریزی ترجمہ شرح عقائد ص۱۴۱)

(ج) امام کمال الدین بن الہمام، کتاب المسائرہ میں ص۳۱۲ پر لکھتے ہیں "صحابہؓ اربعہ یعنی الخلفاء کی فضیلت علیٰ حسب ترتیب فی الخلافت یہ ہے۔ کہ پہلے ابوبکرؓ پھر عمرؓ" نیز ص۳۱۲ پر لکھتے ہیں کہ صحیح البخاری میں محمد ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ علیؓ سے پوچھا" ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال ابوبکر" یعنی رسول اللہ کے بعد انسانوں میں کون افضل ہے؟ انہوں نے جواب دیا ابوبکرؓ۔

(د) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، عقائدالاسلام میں ص۱۵۰ پر لکھتے ہیں "تمام اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں افضل اور بہتر اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفۂ مطلق ابوبکر صدیقؓ ہیں"۔ پھر ص۱۵۱ پر لکھتے ہیں"۔ امام ذہبی نے بسند صحیح بیان کیا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے ابوبکرؓ اور عمرؓ پر فضیلت دیتے ہیں۔ میں جسے فضیلت دینے والا پاؤں گا تو وہ مفتری ہے اور اسے وہی سزا دوں گا جو مفتری کی ہے۔

بخوف طوالت صرف ان چار شہادتوں پر اکتفا کرتا ہوں جو لوگ اس مسئلے کی تفصیل کے آرزومند ہوں وہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور قرۃ العینین فی فضیلۃ الشیخینؓ مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ کا مطالعہ کریں۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ پہلی صدی سے اس وقت تک تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ آخر میں ایک غیر مسلم سر ولیم میور کی شہادت درج کرتا ہوں تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہو جائے کہ دراصل فضیلت وہ ہے جس پر اعدا بھی گواہی دینے پر مجبور ہوں۔

ولیم میور اپنی تالیف "الخلافۃ" میں لکھتا ہے:۔

Marfat.com

اور پیغمبر اسلام کی سچائی پر ایمان ابو بکرؓ کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا اور اب جبکہ ان کے مرشدؐ کی وفات ہو چکی تھی۔ مرید نے اپنی زندگی ان کی آرزو کی تکمیل کے لیے وقف کر دی۔ یہی جذبہ فدویت تھا جس نے ابو بکرؓ کی نرم اور مصالحت نواز افتاد طبع میں اس قدر ہمت پیدا کر دی اور انہیں محمد (صلعم) کے تمام متبعین اصحاب میں سب سے زیادہ سچا، سب سے ثابت قدم اور سب سے زیادہ ثابت العزم بنا دیا۔" صث

(ب) ابو بکرؓ کے دل میں ذاتی اعزاز کے حصول کی مطلق آرزو نہ تھی۔ اگرچہ انہیں اقتدار اعلیٰ حاصل تھا لیکن انہوں نے اس اقتدار کو اسلام اور مسلمانوں کی بہبود کے لیے استعمال کیا۔ لیکن ان کی طاقت اور سطوت کا سب سے بڑا راز صداقت رسولؐ پر ایمان محکم میں مضمر تھا۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے خلیفۃ اللہ مت کہو۔ میں تو محض خلیفۂ رسول ہوں۔ زندگی بھر ان کے سامنے صرف ایک ہی سوال رہا۔ یعنی اس معاملے میں نبی نے کیا حکم دیا تھا یا وہ خود اس معاملے میں کیا کرتے؟

ساری عمر انہوں نے اس اصول سے بال برابر انحراف نہیں کیا۔ اسی جذبۂ فنائیت کی بدولت انہوں نے فتنۂ ارتداد کا ایسی کامیابی سے قلع قمع کر دیا۔ اگرچہ ان کا عہد حکومت مختصر تھا مگر محمد (صلعم) کے بعد تمام صحابہ میں ابو بکرؓ سے بڑھ کر کوئی شخص اسلام کا محسن نہیں ہے۔"

"چونکہ پیغمبر اسلام پر ان کا ایمان راسخ بذات خود محمد (صلعم) کی سچائی کی زبردست دلیل ہے اس لیے میں نے ان کی زندگی اور سیرت کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اگر محمد (صلعم) اپنے دعوے میں سچے نہ ہوتے تو وہ کبھی ہرگز ابو بکر جیسے دانشور اور صاحب عقل و خرد انسان کی رفاقت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔" صد ۱۸

میں نے بھی میور کی کتاب سے یہ دو اقتباسات اس لیے تفصیل کے ساتھ نقل کر دیئے ہیں کہ قارئین یہ اندازہ کر سکیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی اور سیرت دونوں اس قدر شاندار، ارفع، پاکیزہ اور بے عیب ہیں کہ ایک غیر مسلم بھی جو نہ اسلام کا دوست

Marfat.com

ہے۔ نہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے، ان کی تعریف و تحسین پر مجبور ہے بلکہ انہیں تمام صحابہ میں سب سے زیادہ مخلص، سب سے زیادہ راست باز، سب سے زیادہ ثابت قدم قرار دیتا ہے انہیں اسلام اور رسولؐ اسلام کا سب سے بڑا محسن سمجھتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ انہیں تمام صحابہؓ میں سرکار دو عالم صلعم کا سب سے بڑا فدائیؓ، سب سے بڑا عاشق اور سب سے بڑا متبع یقین کرتا ہے۔ بالفاظ دگر اہل سُنت کی طرح انہیں تمام صحابہؓ میں افضل اور اکمل جانتا ہے اور ان سب باتوں سے بلند تر بات یہ ہے کہ ابو بکرؓ کے ایمان اور خلوص کو خود انؓ کے آقا اور مولیٰ صلعم کی صداقت کی دلیل گردانتا ہے۔

شاید ہی کسی غیر مسلم نے میوٗر سے بڑھ کر صدیق اکبرؓ کے مقام رفیع کو پہچانا ہو۔

میں نے بدلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ یہ بات واضح کر دی کہ کاشانی نے جو یہ بات لکھی ہے کہ صحابہؓ میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے 'سراسر گمراہی اور بطالت ہے اور اہل سنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف ہے، اسی ایک بات سے ثابت ہو گیا کہ کاشانی اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ علاّم الغیوب تو صرف خدا ہے ہم تو ظواہر ہی پر حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(۲) پھر کہتا ہے کہ اگر کسی صحابی کی محبت راجح ہو جائے تو اسے پوشیدہ رکھے۔"
یہ بات کہہ کر اس نے اپنے آپ کو بالکل ظاہر کر دیا۔ اپنے عقائد کو چھپانا اور پوشیدہ رکھنا یہ ہرگز اہل سنت کا مسلک نہیں ہے بلکہ سبائیہ اور باطنیہ کا مذہب ہے۔

(۳) اس نے حضرت معاویہؓ کی شان میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ اہل سُنت استعمال نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہی لوگ لکھ سکتے ہیں جن کے قلوب میں زیغ اور کذب راسخ ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں اس نے ہر جگہ حضرات علیؓ، حسنؓ و حسینؓ کیلئے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سُنی نہیں تھا کیونکہ تمام اہلِ سُنت کا یہ طریق ہے کہ وہ انبیاء کے لئے علیہ السلام اور صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کاشانی نے اپنی صحابہ دشمنی کا یہاں تک ثبوت دیا ہے کہ اس نے جنید اور یزید کے نام کے آگے رحمتہ اللہ علیہ لکھا ہے۔ مگر حضرت معاویہ رضؓ

Marfat.com

کے نام کے آگے کچھ نہیں لکھا۔ اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ وہ کس طائفے سے تعلق رکھتا ہے۔

(۴) اس نے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو زہد و ورع اختیار کرنے کی تلقین کی تھی۔ یہ روایت نقلاً اور عقلاً دونوں طرح غلط اور وضعی ہے۔ نقلاً اس لئے کہ کاشانی نے اس روایت کی سند بیان نہیں کی اور عقلاً اس لئے کہ حضرت عمرؓ اس قدر زاہد اور متورع تھے کہ وہ خود حضرت علیؓ کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔ چونکہ موازنہ ایک نازک امر ہے۔ اس لئے یہیں قلم روکتا ہوں ورنہ اس پر ایک مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

الحمد للہ میں نے بشواہد و دلائل ثابت کر دیا کہ کاشانی نے صوفی بن کر جاہل اور عالم دونوں قسم کے سنیوں کو گمراہ کرنے کا پورا پورا سامان اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ بقول پروفیسر ہمائی مقدمہ نگار وہ شیعہ تفضیلیہ تھا اور میری رائے میں وہ شیعہ تھا اس نے تقیہ اختیار کر کے صوفیوں کا لباس پہنا اور اس کتاب کے پردے میں اہل سنت کے دماغوں میں خلاف اسلام عقائد جاگزیں کر دیئے اور چونکہ صوفیوں میں اسلاف کی کتابوں یا ان کے مقولوں پر تنقید خلاف ادب یقین کی جاتی ہے اس لئے اس قسم کے غلط عقائد اور بے سند قصے ہمارے یہاں صدیوں سے مقبول اور مسلم چلے آ رہے ہیں۔

کاشانی نے اس کتاب میں ایک روایت ایسی درج کی ہے جس کی چاشنی سے قارئین کو محروم رکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا لیکن میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا اس لئے کہ نزاکتِ روایت تابِ تبصرہ ندارد۔ ہاں مجبوراً ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

"چنانکہ رسیدہ است کہ وقتے حسین بن علیؓ نے اپنے باپ سے پوچھا کیا آپ مجھ سے محبت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں پھر حسین نے پوچھا کیا آپ اللہ سے محبت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ یہ سن کر حسین نے کہا ہیہات قلبِ واحد میں دو محبتیں تو جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ رونے لگے اس وقت حسینؓ نے کہا اے باپ اگر آپ کو میرے قتل اور اپنے ایمان

کے ترک میں اختیار دیا جائے تو آپ کس کو اختیار کریں گے ؟ حضرت علی نے کہا میں ترک ایمان پر قتل کو اختیار کروں گا۔ یہ سن کر حسینؓ نے کہا خوش ہو جائیے اے باپ کیونکہ وہ محبت ہے اور یہ شفقت ہے۔"

پروفیسر ہمائی نے اس روایت کی تضعیف یا تردید تو نہیں کی ہے مگر حاشیے میں اتنا ضرور لکھ دیا ہے کہ "ماخذ ایں روایت معلوم نیست۔" صفحہ ۴۰۹

اب پروفیسر ہمائی کو کون بتلائے کہ اللہ کے بندے! اس کتاب میں بہت سی روایات ایسی مندرج ہیں جن کا ماخذ نہ معلوم ہے اور نہ کبھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب کسی "صاحب اسرار" کی صحبت اختیار کریں تو یہ باطنی علوم شاید ان پر منکشف ہو جائیں۔

کاشانی کی کتاب کے بعد اب ہم ناظرین کو حضرت مولانا محمد عثمان انصاری نقشبندی جالندھری" کی تصنیف محبت باری کی سیر کراتے ہیں۔ مصنف کتاب نے جیسا کہ اس کے مترجم مولوی محمد سلیمان صاحب گیلانی نے "عرضِ مترجم" میں لکھا ہے "سب سے پہلے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری" سے قادری سلسلے میں بیعت کی تھی، پھر خواجہ محمد اسحٰق" سے نقشبندی طریق کی اجازت حاصل کی۔ آخری دور حضرت خواجہ باقی باللہ متوفی ۱۰۱۲ھ کی خدمت میں گذارا۔ یعنی خواجہ محمد عثمان، حضرت مجدد الف ثانی" کے پیر بھائی تھے اور غالباً "گیارہویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں فوت ہوئے اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ صفحہ ۱۵

فاضل مترجم طریقت اور شریعت دونوں کے جامع ہیں انہوں نے اس کتاب میں جس قدر ضعیف احادیث اور غلط روایات درج ہیں سب کی نشاندہی کی ہے۔ اسلامی تصوّف میں غیر اسلامی عقائد کی جو آمیزش ہو گئی ہے اس پر ان کا تبصرہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ کیونکہ اس سے میرے دعوے کی تائید و تصدیق ہوتی ہے:۔

"قصہ مختصر آجکل تصوّف میں منکر" کی آمیزش ہو چکی ہے۔ طالب کو لازم ہے کہ صوفیہ کی اچھی باتوں کو حاصل کرے، غلط باتوں کو چھوڑ دے۔ اصل دین اہلِ تصوّف کی

Marfat.com

کتابیں نہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔ صوفیہ کے جو اقوال کتاب و سنت کے مطابق ہوں ان کو قبول کر لیا جائے اور جو ان کے خلاف ہوں انہیں چھوڑ دیا جائے۔

محدثین میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو جمع حدیث میں بھی امام ہیں۔ اور راویوں پر تنقید میں بھی امام ہیں۔ دوسرے وہ جو جمع حدیث میں تو امام ہیں مگر تنقید میں دسترس نہیں رکھتے۔ تیسرے وہ جو جمع حدیث میں امام نہیں مگر نقد روایت میں امام (ماہر) ہیں۔ لیکن صوفیاء میں سے کوئی بھی ان فنون یعنی فن جرح و تعدیل یا فن نقد و تبصرہ یا فن اسماء الرجال کا مرد میداں نہیں[1] ہے۔ انتہائی عقیدت کے باوجود جب ہم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی کتاب غنیۃ الطالبین کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی کافی ضعیف روایات دیکھنے میں آتی ہیں اور بعض موضوع[2] روایات بھی اس میں آگئی ہیں۔ اسی طرح مکتوبات میں بھی کئی ایسی ضعیف روایات آگئی ہیں جن سے محدثین کے کان تک نا آشنا ہیں۔

کچھ اسی طرح کی کیفیت زیر نظر کتاب "محبت الٰہی" کی بھی ہے۔ جہاں تک روایات و احادیث کا تعلق ہے اس میں بہت کم صحیح احادیث پائی گئی ہیں۔ بعض احادیث مندرجہ کتاب ضعیف ہیں اور ایک اچھی خاصی تعداد موضوع روایات کی بھی موجود ہے۔

محبت الٰہی میں جس قدر ضعیف اور موضوع روایات درج ہیں ان میں سے بعض پر فاضل مترجم نے "ضمیمہ متعلقہ کتاب محبت" کے ذیل میں مفصل تنقید کی ہے یعنی پڑھنے والوں

---

[1] مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ فاضل مترجم کثر اللہ شلہ نے اخلاقی جرأت سے کام لے کر یہ سچی بات بلاخوف لومۃ لائم واشگاف لفظوں میں درج کتاب کر دی ہیں بھی بائیس سال تک ۱۹۴۵ء-۱۹۶۷ء کتب تصوف کا مطالعہ کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کشف المحجوب اور اس کے مصنف دونوں کی عظمت مسلّم ہے۔ مگر اس میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ صوفیاء ارباب حال تو تھے مگر محدث اور نقاد رواۃ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن جوزی نے اکثر صوفیاء پر تنقید کی ہے۔

[2] میں جسے جھوٹی روایت کہتا ہوں محدثین اپنی اصطلاح میں اسے موضوع کہتے ہیں اور اس کا درجہ ضعیف روایات سے بہت پست ہے یعنی قطعاً ناقابل قبول۔

Marfat.com

کو گمراہی سے بچانے کا پورا انتظام کر دیا ہے اجزاہ اللہ احسن الجزاء) میں یہ پورا ضمیمہ تو نقل نہیں کر سکتا. صرف ایک جھوٹی روایت پر ان کی تنقید جذباتِ ممنونیت کے ساتھ درج کئے دیتا ہوں. فاضل مترجم اور ناقد صہ ۴۹۲ پر لکھتے ہیں.

" کتاب ہٰذا کے صفحہ ۲۰۶ پر ایک منظوم حکایت بیان کی گئی ہے. جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا اظہار کیا گیا ہے. لیکن جس طرح آپؐ کی شفقت کا اظہار کیا گیا ہے. یا جس طرح کا انداز اختیار کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہے اس میں کئی ایک چیزیں خلاف شریعت آگئی ہیں. اس منظوم حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے اور امت کی سفارش میں مشغول رہا کرتے تھے. اتفاق سے ایک رات آپ کو نیند آگئی. خدا کی طرف سے وحی آئی کہ آپ کو سونا نہیں چاہیئے تھا. اس جرم کی سزا آپ کو یہ دی جائے گی کہ آپ کی تمام امت کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا. یہ سن کر آپؐ شہر سے باہر تشریف لے گئے اور جب تین دن گذر گئے تو صحابہؓ کو تشویش ہوئی. جا کر حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ آپؓ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ آپؓ نے وحی آنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اس کے بعد آپؐ گھر تشریف نہیں لائے. صحابہؓ تلاش کے لئے مدینہ سے باہر نکلے. ایک چرواہا ملا اس سے پوچھا کہیں ہمارے رسولؐ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا آج تین دن گذر چکے ہیں میری بکریاں گھاس نہیں چرتیں. اس پہاڑ کی طرف منہ کر کے کھڑی رہتی ہیں. جہاں سے نہایت دردناک آوازیں آتی رہتی ہیں. یہ سنتے ہی صحابہؓ اس پہاڑ کی طرف دوڑے. دیکھا کہ آنحضرت صلعم سجدے میں پڑے ہوئے تھے. آنسوؤں سے زمین پر کیچڑ ہو گئی تھی اور آپ کا چہرہ اس میں لت پت تھا اور آپ رو رو کر امّت کی بخشش کی دعائیں کر رہے تھے چاروں خلفاء نے علی الترتیب عرض کی کہ آپ سجدے سے سر اٹھائیے. ہم نے اپنی تمام زندگی کے نیک اعمال آپ کی اُمّت کی رہائی کے لئے بخش دیئے. حضرت عثمانؓ نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو قرآن جمع کیا ہے اس کا ثواب بھی آپ کی اُمت کو بخشتا ہوں. مگر آپ نے چاروں خلفاء کو ایک ہی جواب دیا کہ اس سے میرا کام نہیں چل سکتا. جب خدا کی طرف سے حکم

Marfat.com

آچکا ہے کہ میں تیری اُمت کے تمام افراد کو دوزخ میں ڈال دوں گا تو تمہاری باتوں پر کس طرح اعتبار کر سکتا ہوں. جب صحابہؓ مایوس ہو گئے تو ایک آدمی کو حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں روانہ کیا. وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور انہوں نے آنحضرت سے عرض کی کہ آپ گھر تشریف لے چلیں. میں اپنی زندگی کے تمام اعمال آپ کی اُمت پر نثار کرتی ہوں. آپ نے حضرت فاطمہ کو بھی وہی جواب دیا جب وہ آپ سے مایوس ہو گئیں تو انہوں نے اپنا سر برہنہ کیا اور سجدے میں گر گئیں اور رو رو کر خدا سے دعائیں کرنے لگیں. تھوڑی دیر کے بعد جبریل تشریف لائے اور خدا کی طرف سے آنحضرت کو امت کی بخشش کی خوشخبری سنائی اور کہا کہ خدا نے فاطمہؓ کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی اور آپ کی امت کو بخش دیا گیا. حضرت فاطمہؓ نے صرف آپ کی امت کے لئے سفارش کی تھی. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر فاطمہؓ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے سفارش کرتیں تو میں تمام دنیا کو بخش دیتا. اس کے بعد حضورؐ مع تمام صحابہؓ خوش خوش گھر تشریف لے آئے."

اس منظوم حکایت کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد فاضل مترجم نے یہ تبصرہ کیا ہے.

"اس حکایت میں خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں (ا) آپ نے تمام رات کبھی بھی جاگ کر نہیں گذاری بلکہ آپ قریباً آدھی رات سویا کرتے تھے اور آدھی رات قیام فرمایا کرتے تھے کیونکہ سورۂ مزمل میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ رات کے کچھ حصے میں سویا کریں اور آدھی رات کے بعد اٹھ کر قرآن پڑھا کریں. غور کیجئے کیا آنحضرت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی دیدہ و دانستہ کر سکتے تھے.؟

(ب) اس کے بعد یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سوئیں تو آنحضرت اور ان کے جرم کی سزا ملے امت کو! اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا.

(ج) حضرت عثمانؓ کا اپنے جمع قرآن کے عمل کو پیش کرنا بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ انہوں نے حضور کی زندگی میں قرآن جمع ہی کب کیا تھا؟

(د) حضرت فاطمہؓ کا اپنے سر کو برہنہ کر کے سجدے میں گر پڑنا کہاں جائز ہے؟ حدیثؐ

Marfat.com

میں آیا ہے کہ جب تک کسی عورت کا سر ننگا رہتا ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ کیا حضرت فاطمہؓ ایسا فعل کر سکتی تھیں جس پر خدا کے فرشتے لعنت کریں؟ اس کے علاوہ آں حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بالغ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی۔ تو اُن کا سجدہ کیسے قبول کر لیا گیا؟

(ھ) سبحان اللہ! کیا مقام ہے حضرت فاطمہؓ کا رسول اللہ تو تین دن سے رو رہے تھے۔ آپ کے آنسوؤں کی تو خدا نے لاج نہ رکھی لیکن فاطمہؓ کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی گئی اور وہ بھی اس حیثیت سے کہ ان سے بھول ہو گئی جو صرف اُمّت مسلمہ کی سفارش کی اگر وہ پوری دنیا کی سفارش کر دیتیں تو خدا تعالیٰ تمام دنیا کے کافروں اور مشرکوں کو بھی بخش دیتا۔ جل جلالہٗ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام زندگی اپنے مشرک باپ کی سفارش کرتے رہے مگر وہ نہ بخشا گیا۔ حضرت نوحؑ نے اپنے مشرک بیٹے کی سفارش کی مگر قبول نہ ہوئی۔ خود آنحضرت صلعم نے عبداللہ ابن ابی منافق کا جنازہ پڑھا یعنی دعائے مغفرت کی۔ مگر وہ نہ بخشا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے رسولؐ اگر آپ اس کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں گے تو بھی میں اسے نہیں بخشوں گا۔

(و) اس حکایت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو تمام محدثین نے قبول کیا ہے حالانکہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس حکایت کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

(ز) تاریخی لحاظ سے حضور کا اس طرح ایک دن بھی مدینے سے غائب رہنا ثابت نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ سارا واقعہ بناوٹی معلوم ہوتا ہے جسے کسی رافضی نے حضرت فاطمہؓ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے بنایا ہے۔

(مقتبس از ضمیمہ محبت باری تعالیٰ صد ۴۹۲ تا ۴۹۹)

فاضل مترجم کی اس تنقید کے بعد مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں

Marfat.com

ہے۔ انہوں نے حقیقت پورے طور سے آشکار کر دی ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

اب ہم قلندروں کی محفل میں شرکت کرتے ہیں تاکہ اس جماعت کے علم قلندری سے استفادہ کر سکیں۔ اس کتاب کا نام ہے "تعلیماتِ قلندریہ" مؤلفہ شاہ محمد تقی حیدر قلندر سجادہ نشین آستانہ کاظمیہ یہ کتاب ان مکتوبات پر مشتمل ہے جو اس سلسلے کے افراد نے اپنے مریدوں اور رشتہ داروں کو لکھے تھے۔

یہ مکتوبات غیر مستند اور غیر معتبر روایات سے معمور ہیں شیخ فریدالدین عطار نے اپنے تذکرۃ الاولیاء میں جس قدر حکایتیں اور داستانیں سپرد قلم کی ہیں۔ ان میں سے کسی کی سند نہیں لکھی۔ لوگوں نے ان غیر مستند داستانوں کو محض شیخ عطار کی شخصیت اور ان کی بزرگی کے پیش نظر قبول کر لیا یا از راہ ادب سکوت اختیار کیا اس طرح یہ مضرت رساں رسم حلقۂ صوفیاء میں جاری ہو گئی۔ نہ کسی تذکرہ نویس نے اسناد کا التزام کیا اور نہ مرتب ملفوظات نے تحقیق کی زحمت گوارا کی۔ فقہی تقلید نے پہلے ہی سے ذوقِ تحقیق و تنقید کو مضمحل کر دیا تھا۔ رہی سہی کسر صوفیانہ تقلید نے پوری کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری قوم ذوقِ تحقیق سے بیگانہ ہو گئی۔ ممکن ہے ناظرین و قارئین میری اس حق پژوہی اور راست بیانی سے چیں بجبیں ہوں اس لئے میں ان کے محبوب اور معتمد علیہ شاعر کو اپنی صفائی میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و مُلّا کے غلام اے ساقی

یعنی اے خدا! میری قوم میں صدیوں سے کوئی محقق پیدا نہیں ہوا۔ صرف صوفیاء اور فقہا کے غلام (مقلد) باقی رہ گئے ہیں۔

صرف ایک شعر اور سن لیجئے۔

حلقۂ شوق میں وہ جرأتِ رندانہ کہاں
آہ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق !

صوفیوں کے مکتوبات ہوں یا ملفوظات اور صوفیاء کے تذکرے ہوں یا سوانح

Marfat.com

حیات، کسی میں اسناد کا التزام نظر نہیں آتا بس نقل ہے کہ "یہ تین لفظ بالکل کافی ہیں ان تین طلسمی الفاظ کے بعد آپ جو چاہیں لکھ دیں۔ قرآن، حدیث، تاریخ، سیرت اور عقلِ سلیم جس کی چاہیں تردید کر دیں۔ کوئی شخص آپ پر معترض نہیں ہوگا بلکہ یہ بھی دریافت نہیں کرے گا کہ اس روایت کی سند کیا ہے؟ اس سے پہلے اپنے دعوے پر بہت سے شواہد اور دلائل پیش کر چکا ہوں۔ ایک شاہد اسی تعلیماتِ قلندریہ سے پیش کر کے قارئین کی ضیافت یا تفریح طبع کا سامان مہیا کرتا ہوں۔ پہلے محمد کاظم قلندر کاکوروی کی علمی دستگاہ کا حال بیان کرتا ہوں، پھر ان کے مکتوب سے صرف ایک فقرہ نقل کروں گا۔

واضح ہو کہ عارف باللہ" شاہ محمد کاظم قلندر ۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے علوم درسیہ اپنے زمانے کے بہترین علماء اور اساتذہ مثلاً ملا غلام یحییٰ بہاری اور ملا حمد اللہ سندیلی سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے ۱۲۲۱ھ میں وفات پائی۔

چونکہ اس مضمون کے نوّے فی صد پڑھنے والے ان عالموں کے علمی مقام سے ناواقف ہیں اس لئے میں چند سطور ان کے بارے میں لکھنی بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ واضح ہو کہ ملا غلام یحییٰ بہاری اپنے زمانے کے بہت نامور منطقی تھے انہوں نے میر زاہد پر جو حاشیہ لکھا تھا وہ بقول سید سلیمان ندوی مرحوم۔ درس نظامیہ کی معراج ہے اور اسی لئے عرصہ دراز سے نصاب سے خارج ہو چکا ہے کہ اب اس کے پڑھانے والے "مفقود الخبر" ہو چکے ہیں۔

نوک کی بات یہ ہے کہ جب منطق اور کلام میں خدا نہ مل سکا تو ملا بہاری مرحوم نے جنید وقت اور بایزید عصر حضرت اقدس میرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ کے آستانے کی خاک کو طوطیائے چشم بنایا تب کہیں جا کر محبوب حقیقی کا جلوہ نظر آیا۔ بالکل سچ کہا ہے اقبالؒ نے:۔

مرا از منطق آید بوئے خامی — دلیلِ او، دلیلِ ناتمامی
درِ دلہائے بستہ را کشاید — دو بیت از پیرِ رومی یا ز جامی

اب رہے ملا حمد اللہ تو یہ بھی اپنے زمانے کے مشہور منطقی تھے سندیلہ ضلع ہردوئی کے رہنے والے تھے حسن اتفاق دیکھئے کہ انہوں نے اور ان کے ہم عصر قاضی مبارک گوپاموئی

Marfat.com

دونوں نے سُلّم العلوم کی شرح لکھی اس کے دو حصے ہیں۔ تصورات اور تصدیقات۔ اول الذکر کی شرح تصورات موسومہ قاضی مبارک اور آخر الذکر کی شرح تصدیقات موسومہ حمداللہ آج بھی درس نظامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب ان کے پڑھانے والے بھی خال خال ہی رہ گئے ہیں اور اگر پاکستان میں انگریزی کے اقتدار کا یہی عالم رہا اور زوال کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ تو وہ دن دور نہیں ہے جب غلام یحییٰ کی طرح قاضی اور حمداللہ بھی نصاب سے خارج ہو جائیں گے۔

بازآمدم برسر مطلب۔ محمد کاظم کی علمی استعداد کا ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا یہ صاحب اپنے برادر حقیقی میر محمد قلندر کو ایک خط میں لکھتے ہیں "اگر اتفاق شود نادعلیؑ ہزار بار وقت پاس آخر شب مداومت کنند لیکن بایں طور کہ برزخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصورت آفتاب بدست راست وایں فقیر را بدست چپ تا خواندن در تصور طلبند بسیا فوائد خواہند شد"[۱۴۷]

یہ "عارف باللہ" اپنے بھائی کو "نادعلی" کا وظیفہ پڑھنے کی تلقین کر رہا ہے۔ یہ نادعلی کیا ہے؟ یہ داستان قبل ازیں لکھ چکا ہوں اور واضح کر چکا ہوں کہ مہم تبوک میں قطعاً کوئی جنگ واقع نہیں ہوئی تھی لہٰذا جبریلؑ کا آنحضرت صلعم کو بہ مفروضہ دعا تلقین کرنا کہ نادعلیاً مظہر العجائب الخ سراسر بے بنیاد، بے اصل اور دروغ ہے۔ جنگ کا افسانہ اور آنحضرت صلعم کا یہ دعا پڑھنا بالکل جھوٹ اور بہتان ہے لیکن اس عارف باللہ کو مظفر علی شاہ کی طرح اتنا بھی معلوم نہیں کہ تبوک میں کوئی قتال نہیں ہوا تھا۔ وہ عارف ہونے کے باوجود اس جعلی دعا کو اصلی سمجھ رہا ہے اور اپنے بھائی کو اس کے پڑھنے کی تلقین کر رہا ہے چونکہ "عارف باللہ" ہے اس لئے کس میں ہمت ہے کہ اس کی تردید یا تکذیب کر سکے! اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان عارفوں نے اپنی جہالت کی بدولت کتنے مسلمانوں کو گمراہ کیا ہو گا۔

ان مکتوبات میں بہت سی روایات خلاف شرع اور خلاف عقل درج ہیں۔ دل پر جبر کر کے صرف ایک روایت ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ شاہ تراب علی قلندر، سفیر شاہ اودھ، امیر عاشق علی خاں بہادر کو لکھتے ہیں کہ نقل ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا ایک ہمسایہ

Marfat.com

تھا جوان کا پیر بھائی تھا یعنی خواجہ عثمان ہارونی کا مرید تھا جب وہ مرا تو خواجہ صاحب جنازے کے ساتھ گئے اور دفن کے بعد اس کی قبر پر مراقب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کا رنگ زرد ہو گیا مگر فوراً بحال ہو گیا۔ کسی نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ دفن کے فوراً بعد عذاب کے فرشتے ان کی قبر میں آن پہنچے مگر اسی وقت میرے پیر بھی آ گئے اور فرشتوں کے منہ پر تھپیڑ مار کر بولے کہ خبردار! اسے عذاب نہ دینا کیونکہ یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو (منجانب اللہ) حکم ہوا کہ خواجہ سے کہو کہ یہ شخص آپ (کی تعلیم) کے خلاف زندگی بسر کرتا رہا تھا۔ خواجہ نے یہ سن کر کہا تم سچ کہتے ہو لیکن اس نے (زندگی میں) میرا دامن پکڑا تھا (خود را بہ پلّۂ من بستہ است) خواجہ کا یہ جواب سن کر فرشتوں کو حکم ہوا کہ خواجہ کے مرید سے دستبردار ہو جاؤ۔ اسے خواجہ کے حوالے کر دو کیونکہ میں نے اسے خواجہ کو بخش دیا۔ یہ طلسم ہوشربا لکھنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ پس بلاشبہ پیراں شافع مریدان خود می شوند" صفحہ ۱۰۵

میں اس دروغ بے فروغ پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا صرف اتنا لکھوں گا کہ پیر وہ ہستی ہے جس کے سامنے خدا کی بھی کوئی ہستی نہیں ہے۔ اعوذ باللہ من ذالک الخرافات
اگر تصوف اسی کا نام ہے اور پیروں کا یہی کام ہے تو ایسے تصوف اور ایسے پیروں سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

قلندروں کے ان مکتوبات کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ اس طائفے کا ہر فرد مائل بہ تشیع تھا بلکہ تفضیلی عقائد رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ دو سو صفحات کی اس کتاب میں کہیں حضرات صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کا تذکرہ نہیں ہے حالانکہ اہلِ سنّت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرات شیخین تمام صحابہؓ سے افضل ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن قلندر لاہرپوری نے مسعود علی قلندر الہ آبادی کو جو خط لکھا ہے اس میں صاف لفظوں میں مرقوم ہے کہ "ولایت نبوت سے افضل ہے کیونکہ نبوت قید ہے اور ولایت آزادی ہے۔" چنانچہ مولوی رومی فرماتے ہیں۔

کیست مولیٰ! آنکہ آزادت کند — بند رقیت زپایت برکند

Marfat.com

زیں سبب پیغمبر با اجتہاد   نامِ خویش و آں علی مولا نہاد (مثنوی ۱۲۹ د)

چونکہ مکتوب عبدالرحمٰن قلندر مذکور کے اس گمراہ کن اقتباس سے اس کتاب کے پڑھنے والوں کے ذہنوں میں خلجان اور اضطراب پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس لئے اس باب میں رفع اشتباہ اور ازالۂ ضلالت کے لئے اہلِ سنت کا مسلک بیان کر دینا ضروری ہے۔

(۱) تمام محققین اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبوت بہرحال ولایت سے افضل ہے

(۲) ولایت، غیر قرآنی اصطلاح ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ 'ولایت' کہیں مذکور نہیں

(۳) ولایت علی کا عقیدہ سبائیہ باطنیہ اسمٰعیلیہ قرامطہ کا وضع کردہ ہے۔ اسی فرقۂ ضالہ نے یہ عقیدہ بھی وضع کیا کہ الولایۃ افضل من النبوۃ اور اسی طائفہ باطلہ نے یہ جملہ بعض صوفیاء کی تصانیف میں اپنی طرف سے داخل کر دیا۔ پھر صدیوں تک نقل در نقل ہوتے رہنے کی وجہ سے یہ عقیدہ بعض جاہل سنی صوفیوں میں خصوصاً غیر متشرع خانوادوں مثلاً شطاریہ، قلندریہ، مداریہ، روشنائیہ، رسول شاہیہ وغیرہم میں مقبول بلکہ مدار علیہ بن گیا۔ چونکہ صوفیاء بالعموم اور یہ طائفے بالخصوص علم حدیث، علم تاریخ اور سیرۃ النبیؐ سے بیگانہ ہوتے ہیں اس لئے کسی صوفی نے زحمتِ تحقیق گوارا نہ کی اور رفتہ رفتہ جھوٹ سچ بن گیا۔

(۴) قارئین کی آگاہی کے لئے یہ وضاحت بھی کئے دیتا ہوں کہ قرآن کی رو سے ہر مومن ولی اللہ (اللہ کا دوست) ہے اور خود اللہ ہر مومن کا ولی (دوست) ہے۔ ولایت یعنی دوستی ثمرہ ہے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ بجا لانے کا یہی وجہ ہے کہ عقیدۂ 'ولایت' کا قرآن میں کہیں تذکرہ نہیں ہے اور نہ یہ کوئی منصب ہے جو کسی فرد سے مختص کیا گیا ہو جس طرح نبوت ایک منصب ہے جو ختم نبوت سے پہلے بعض افراد کو عطا کیا جاتا رہا ہے۔

(۵) ولایت کے لئے "نصب" مطلق نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی منصب ہی نہیں ہے اللہ جانتا تھا کہ باطل پرست 'ولایت علی' کا عقیدۂ باطلہ وضع کریں گے اور رسول اللہ کی رسالت کا مقصد یہ قرار دیں گے کہ اللہ نے انہیں لوگوں سے ولایت علی کی بیعت

Marfat.com

لینے کے لیے مبعوث کیا تھا۔ اسی لئے اللہ نے سارے قرآن میں لفظ ولایت واؤ کے زیر کے ساتھ استعمال نہیں فرمایا تاکہ ظلمت پرستوں کو قرآن سے کوئی سند نہ مل سکے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک عن جمیع المومنین

(۶) قارئین کی تسلی خاطر کے لیئے وہ آیت قرآنی ذیل میں درج کرتا ہوں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (۲۵۷-۲)

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ اس دوستی کا ثمرہ یہ ہے کہ (اللہ انہیں) کفر و شرک و بدعات کی (تاریکیوں سے نکال کر (قرآن اور ہدایت کی) روشنی میں لے آتا ہے۔

(۷) اللہ سے دوستی کرنے (درجہ ولایت پر فائز ہونے) کے لیے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر مومن بلا واسطہ ولی اللہ بن جاتا ہے اور اللہ اس کا ولی بن جاتا ہے

(۸) رومیؒ کے اشعار کا وہ مطلب ہی نہیں ہے جو یہ فاضل قلندر سمجھا ہے اور نہ رومیؒ ایسی گمراہ کن بات کہہ سکتے ہیں۔ ان کی مثنوی میں اگر کوئی بات قرآن حکیم کے خلاف نظر آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کسی باطنی کی کارستانی ہے یا کسی سبائی کی تدسیس ہے۔

(۹) مولوی رومی کہتے ہیں۔

کیست مولا؟ آنکہ آزادت کند — بندِ رقیت ز پایت برکند

چوں بآزادی نبوت ہادی است — مومناں را ز انبیاء آزادی است (دفتر ششم)

مولا (آقا یا ہادی) کون ہے؟ وہ ہے جو تجھے (کفر و شرک کی غلامی سے) آزاد کر دے اور غلامی کی زنجیر تیرے پاؤں سے دور کر دے۔ چونکہ نبوت آزادی کی راہ دکھاتی ہے۔ اس لئے مومنوں کو انبیاء کی بدولت آزادی کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اب قارئین خود غور کریں کہ مولوی رومی کیا کہہ رہے ہیں اور یہ لاہور پوری قلندر کیا کہہ رہا ہے۔ رومی صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ آزادی انسان کو نبوت کی بدولت حاصل ہوتی ہے لیکن قلندر کہہ رہا ہے کہ ولایت کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ نبوت تو قید ہے!

Marfat.com

میری رائے میں قلندر مذکور سراسر معذور ہے جب قلب و نظر میں زیغ پیدا ہو جاتا ہے تو انسان ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کیا کرتا ہے۔ یہ تو مثنوی ہے اگر ایسا آدمی قرآن پڑھتا ہے تو اسے اس میں بھی ولایت ہی نظر آتی ہے۔

اگر قارئین میری اس تلخ گوئی کو برداشت کرلیں گے (کیونکہ سچ ہمیشہ تلخ ہوتا ہے) اور ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو وہ یقیناً مجھ سے متفق ہو جائیں گے کہ آج چودھویں صدی ہجری میں اہل سنت کی اکثریت کے عقائد میں شرک و بدعت کی آمیزش کا سب سے بڑا سبب یہی غلط روایات ہیں جو صدیوں سے تصوف کی کتابوں میں راہ پاچکی ہیں اور بزرگوں سے منسوب ہو جانے کی وجہ سے شک و شبہ یا تنقید و تحقیق سے بالاتر ہو چکی ہیں۔

یہ شور تو ہر طرف برپا ہے اور یہ کلمہ تو ہر واعظ اور ہر خطیب کی زبان پر ہے۔ کہ مسلمان قرآن سے بیگانہ ہو چکے ہیں مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اس بیگانگی کے اسباب کیا ہیں؟ اس کی وجہ میں بتائے دیتا ہوں اگر وہ ماخذ اور منبع کی نشاندہی کرنے کی غلطی کریں گے تو ان کی شہرت عزت اور ہر دلعزیزی ایک ہی تقریر کے بعد ختم ہو جائے گی اور چند روز کے بعد ان کی دکان بند ہو جائے گی جسے شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ واللہ علی ما اقول شہید

نظام القلوب مصنفہ شیخ نظام الدین چشتی اورنگ آبادی میں حضرت مصنفؒ نے جہاں اور بہت سے اذکار درج کیے ہیں وہاں صفحہ ۳ پر یہ ذکر بھی لکھا ہے:۔ ذکر پنج فرقی۔ جانب ایمن یا محمد، جانب الیسر یا علی، جانب بالا یا فاطمہ، در پیش یا حسن، در دل یا حسین۔"

یہ عاجز اس ذکر کو پڑھ کر سخت حیران ہوا کہ شاہ صاحب نے یہ ذکر کیسے درج کر دیا یہ تو سراسر خلاف ارشاد خداوندی ہے اس لیے ناجائز بھی ہے اور شرک بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ذکر کو اپنی ذات اقدس سے مختص فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ط

اور اللہ کا ذکر بکثرت کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ پورا قرآن حکیم ذکر اللہ کی تاکید و تلقین سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ نے کسی جگہ بھی غیر اللہ کے ذکر کا حکم نہیں دیا ہے کیونکہ غیر اللہ میں تو کسی قسم کی بھی طاقت یا قوت نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

Marfat.com

"وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا
مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ
بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِیْمُ" (۱۰۶ - ۱۰۷ : ۱۰)

(اے انسان) اللہ کے سوا کسی کو مت پکار۔ جو نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ پس اگر تو غیر اللہ کو پکارے گا تو اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائے گا۔ اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں گرفتار کر دے تو اللہ کے سوا کوئی انسان اس مصیبت کو دور نہیں کر سکتا اور اگر اللہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی انسان اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ بھلائی پہنچاتا ہے اور وہ غفور اور رحیم ہے۔

سارا قرآن شرک کی مذمت اور توحید کی تلقین سے بھرا پڑا ہے۔ کلمہ طیبہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ پہلے غیر اللہ کی نفی کرو۔ پھر اللہ کا اثبات کرو۔ غیر اللہ میں کوئی قدرت یا طاقت نہیں ہے۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی لکھتے ہیں:

جو غیرِ خدا کو مانتا ہو قادر　　　　اکبر بخدا کہ وہ مسلماں ہی نہیں

تصوف تو نام ہی ہے لوحِ دل سے نقشِ غیر کو مٹانے کا۔ جو تصوف غیر اللہ کے نام کو دل میں جاگزیں کرنے کی ہدایت کرتا ہے وہ تصوف نہیں ہے بلکہ سراسر گمراہی اور ضلالت ہے یہ ذکر پنج فرقی وہی تلقین کر سکتا ہے جو غیر اللہ کو قادر یقین کرتا ہو یعنی مشرک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کا بھی حکم نہیں دیا تو دوسرے افراد کس شمار میں ہیں۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ شاہ صاحب نے یہ ذکر جو دراصل شرک ہے کس طرح اپنی تصنیف میں درج کر دیا۔ اس ذکر کی سند قرآن کے علاوہ کسی حدیث سے بھی نہیں مل سکتی اور مل بھی کیسے سکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف کوئی حکم کیسے دے سکتے ہیں؟

میں پورے یقین کے ساتھ لکھتا ہوں کہ غیر اللہ کے ذکر سے دل میں نور کے بجائے ظلمت پیدا ہوگی اور ذاکر اطمینان قلب سے محروم ہو جائے گا کیونکہ اللہ فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ آگاہ ہو جاؤ کہ قلوب صرف ذکر اللہ سے اطمینان (سکون) حاصل کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

(۵) سید سلامت علی شاہ قادری کی تصنیف موسومہ حقائق و معارف القدر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادری سہروردی اور چشتی۔ ان تینوں سلسلوں کے اکثر و بیشتر افراد حضرت علیؓ کو وصی نبی یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقائد کے سراسر خلاف ہے کہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔ یہ عقیدہ تو عبداللہ ابن سبا بانی فرقہ ضالہ سبائیہ کی ایجاد ہے اور سبائیت کی تمام شاخوں کا اور ان سے جس قدر فرقے نکلے۔ سب کا سنگ بنیاد ہے بلکہ اہل سنت اور سبائیت کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔ جو سنی صوفی خواہ وہ چشتی ہو یا قادری۔ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؓ وصی رسولؐ تھے۔ وہ دوسرے لفظوں میں تینوں خلفائے راشدینؓ کو غاصب تسلیم کرتا ہے۔ خواہ وہ مصلحتاً یا تقیۃً زبان سے اس کا اقرار کرے یا نہ کرے۔

چنانچہ مذکورہ بالا کتاب کا جاہل مصنف آغاز کتاب میں لکھتا ہے:۔

"ہدیہ سلام علی دریائے ولایت علی ولی وصیٔ نبیؐ۔ الخ

اس کے بعد لکھتا ہے "وعلی ذریتہ الحسن والحسین ... الخ

صفحہ ۲ پر یہ رباعی لکھی ہے:۔

یارب برسالت رسول الثقلین | یارب بغزا کنندۂ بدر و حنین
عصیان مرا دو حصہ کن در عرصات | نیمے بحسن بخش و نیمے بحسین

پوری کتاب میں حضرات شیخین کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان پر ہدیۂ سلام بھیجنا تو خارج از بحث ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص کے اسلوب نگارش اور ایک سبائی کے اسلوب میں کیا فرق پایا جاتا ہے؟ وہ بھی رسول کے بعد حضرت علی کا ذکر کرتا ہے اور انہیں وصی قرار دیتا ہے۔ اس نام نہاد سنی قادری نے بھی رسول کے بعد یک لخت حضرت علی کا ذکر کیا ہے اور انہیں وصی قرار دیا ہے۔

اس کتاب کی دوسری جلد میں صفحہ ۲۰۷ پر یہ غیر اسلامی عقیدہ درج ہے۔

"معدن الجواہر میں ایک روایت نقل کی گئی ہے[1] کہ مقتدائے زماں امین خاں

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

Marfat.com

سے منقول ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ حضرت قطبی ابو الفتح شاہ شمس الدین شیخ محمد شریف قادری ملتانی کو دیکھا کہ دیاں ہاتھ بند کئے ہوئے میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری ہتھیلی کو دیکھ۔ جب میں نے ایسا کیا تو پوچھا کیا دیکھا؟ میں نے کہا محمدؐ کو۔ فرمایا اب پھر دیکھ۔ میں نے پھر ہتھیلی کی طرف دیکھا۔ پوچھا اب کسے دیکھا؟ میں نے کہا علیؓ کو۔ فرمایا پھر دیکھ۔ میں نے پھر دیکھا۔ فرمایا چہ دیدی؟ کیا دیکھا یا کسے دیکھا؟ میں نے کہا عبد القادر جیلانیؒ کو۔ فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ کبھی ان تینوں میں فرق نہ کرنا۔ محمدؐ، علیؓ اور عبد القادرؒ یہ تینوں بظاہر تین وجود نظر آتے ہیں مگر باطناً (باعتبار باطن) ایک وجود ہیں! اور معیت تامہ رکھتے ہیں۔ مبارک ہے وہ جو یہ اعتقاد رکھے اور ناقص ہے وہ جو اس کے خلاف (ان کو تین) سمجھے ــــ شاہ نعمت اللہ کرمانی (شیعہ صوفی) نے بھی اپنے اس شعر میں اسی معنیٰ کو واضح فرمایا ہے:-

مصطفےٰ را مرتضےٰ دان، مرتضےٰ را مصطفےٰ

خاک در چشم دو بینان دغا باید زدن

یہ روایت مذکورہ بالا (کہ تینوں ایک ہیں) ان احادیث مندرجہ ذیل کی روشنی میں معیت تامہ پر دلالت کرتی ہے۔

(ا) لحمک لحمی دمک دمی	(تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون ہے)
(ب) انا وعلیؓ من نور واحد	(میں اور علی ایک ہی نور سے مخلوق ہیں)
(ج) انا انت وانت انا یا علی۔	(اے علی میں تو ہوں اور تو میں ہے)

(انتہیٰ بالفاظہ ص ۳۴۵ جلد دوم)

یہ روایت تو میں نے دل پر جبر کر کے نقل کر دی۔ اب اس پر تنقید کرنے کے لئے فولاد کا جگر کہاں سے لاؤں؟ اگر حضرت قطبی ملتانی زندہ ہوتے تو ان سے عرض کرتا کہ یا حضرت! اس عقیدے میں اور نصاریٰ کے عقیدے میں کیا فرق ہے؟ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا اور روح قدس اگرچہ ظاہراً تین ہیں مگر باطناً ایک ہیں۔

ـــــــــــــــــــ

لہ اس نام کی ایک کتاب شیخ عطار سے بھی منسوب ہے مگر یہ وہ نہیں ہے بلکہ یہ کسی ہندی باطنی کی تصنیف کیفیہ ہے۔

Marfat.com

عجیب بات ہے کہ اللہ تو یہ فرمائے کہ جو یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اور آپ یہ کہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے وہ بہت مبارک ہے!

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ مزعومہ احادیث جن سے آپ نے معیتِ تامّہ پر استدلال کیا ہے اہلِ سُنّت کی مسلّمہ و متداولہ کتبِ احادیث میں سے کون سی کتاب میں مندرج ہیں.؟ یا ان کی سند کیا ہے.؟

یہ عاجز بڑے ادب مگر بڑے وثوق کے ساتھ یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہے کہ انہی روایات کا کرشمہ ہے کہ آج چودھویں صدی ہجری میں حیدرآباد دکن، گلبرگہ، اورنگ آباد، پیران کلیر، بریلی، بدایوں، دہلی، اجمیر، دیوہ، ردولی، کچھوچھہ، ماہریرہ، لاہور، پاک پتن، ملتان، اُچ، جلالپور پیروالا، سیہون، درازہ، حجرہ شاہ مقیم اور بھٹ شاہ کے اکثر مزارات سبائیت اور باطنیت کے فروغ و شیوع کے مرکز بن گئے ہیں۔

نیز یہ مسکین بصمیمِ قلب اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس دورِ عقلیت میں اگر دینِ اسلام سے واقف مسلمان تصوف اور صوفیوں سے بدظن نظر آتے ہیں اور تصوّف کو "بے راہ روی" سے تعبیر کرتے ہیں تو حق بجانب ایشان است. کیونکہ انہیں نہ اس کی ضرورت ہے نہ فرصت ہے کہ وہ اس عاجز کی طرح قوت لایموت اور رزق مایحتاج پر قناعت کر کے بیس بائیس سال تک گوشہ میں بیٹھ کر تیسری صدی ہجری سے لے کر تا عصرِ حاضر تصوّف کی تمام کتابوں کو کھنگالیں اور کھوٹے کو کھرے سے جدا کریں اور اس کے صلے میں غیروں کی گالیاں اور اپنوں کے طعنے سنیں۔

الحمد للہ کہ یہ عاصی و کم سواد. قرآن و حدیث کے مطالعے کی بدولت اس حقیقت سے آگاہ ہو چکا ہے کہ تصوف شرعی اصطلاح میں احسان کا معروف نام ہے (اگرچہ بدنام ہو چکا ہے) اور دراصل عبارت ہے تزکیۂ نفس سے جو مقصودِ حیات بھی ہے اور بعثتِ نبوی کی غایت بھی ہے. اس لئے یہ طریق درہمہ حال، مقید بالکتاب اور مقید بالسنۃ رہنا چاہئے. اس لئے تینوں کو ایک سمجھنا نصرانیت یا باطنیت کی تعلیم تو ہو سکتی ہے۔ اسلام کی تعلیم ہرگز نہیں ہو سکتی. اعوذ باللہ من ھٰذہٖ الخرافات

Marfat.com

(۹) اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں اپنی ذات پاک کو مومنوں کی محبت کا مرکز قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں بغایت شدید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کو مرکز محبتِ مومنین اس لئے بنایا ہے کہ وہ اپنی جانیں اور اپنے اموال اللہ کی راہ میں قربان کرسکیں۔ کیونکہ انسان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب پر اپنی جان اور اپنا مال بخوشی قربان کردیتا ہے۔ صحابہؓ میں حضرت صدیق اکبرؓ کو جو افضلیت حاصل ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی بذل اموال فی سبیل اللہ ہے چنانچہ کوئی صحابی اس وصفِ خاص میں صدیق اکبرؓ کا ہمسر نہیں ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس پر شاہد ہے:۔

وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی (۹۲ - ۱۷ و ۱۸)

اور یقیناً (اس آگ سے وہ) سب سے بڑا پرہیزگار (متقی) دور رکھا جائے گا جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے تاکہ وہ پاک ہوجائے۔

یہ آیت جیسا کہ تمام مفسرین نے لکھا ہے۔ صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لئے "اتقی" (سب سے بڑا متقی) کا مصداق صدیق اکبرؓ ہیں۔ اب اس آیت پر غور کرو۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ بلاشبہ اللہ کی بارگاہ میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم (افضل) وہ ہے جو تم لوگوں میں سب سے بڑا متقی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ (سب سے زیادہ معزز ہیں) اسی لئے تمام مفسرین، محدثین، فقہا اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ صدیق اکبرؓ افضل الصحابہؓ اور اس لئے انبیاء کے بعد، افضل الناس ہیں۔ رضی اللہ عنہ،

پیروانِ ابن سبا نے مسلمانوں پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اللہ کے بجائے حضرت علیؓ کو ان کی محبت کا مرکز بنادیا اور اس مقصد کے لئے بہت سی روایتیں وضع کی گئیں۔ جن میں سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

قاضی نور اللہ شوستری (مقتول بحکم جہانگیر در ۱۰۱۹ھ) نے اپنی مشہور تصنیف

Marfat.com

احقاق الحق جلد ہفتم صـ۱۵۲ میں یہ روایت درج کی ہے ۔

اذ سمعت النداء من قبل اللّٰہ یا محمد من تحب ان یکون معک فی الارض؟ فقلت احب من یحبہ العزیز الجبار و یا مر بحبہ ۔ فسمعت النداء من قبل اللّٰہ یا محمد احب علیا فانی احبہ و احب من یحبہ ۔ فبکی جبرئیل و قال لو ان اہل الارض یحبون علیا کما یحبہ اہل السماء ما خلق اللّٰہ النار۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں اللہ کے سامنے یہ ندا سُنی گئی کہ اے محمدؐ تو کس سے محبت کرتا ہے کہ وہ دنیا میں تیرا رفیق ہو ؟ میں نے کہا ۔ میں اس سے محبت کروں گا جس سے العزیز الجبار (خدا) محبت کرتا ہے اور اس کی نسبت کا مجھے حکم دے پس میں نے اللہ کے سامنے یہ ندا سنی کہ یا محمدؐ تو علی سے محبت کر کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں ۔ اور جو شخص اس سے محبت کرے اس سے (بھی) محبت کرتا ہوں ۔ یہ سن کر جبریل رونے لگا اور کہا کہ اگر اہل زمین بھی علیؓ سے ایسی محبت کرتے جیسے کہ اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں تو اللہ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا ۔

(ختم شد لفظی ترجمہ)

فرقہ سبائیہ نے یہ روایت وضع کی اور ان کے جانشینوں یعنی باطنیہ نے صوفیوں کا لبادہ پہن کر اس روایت کو سنیوں کے دماغوں میں جاگزیں کر دیا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اکثریت ایزد پرستی کے بجائے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو گئی اور اللہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور انہوں نے اللہ کے بجائے ایک شخص کو اپنی محبت کا مرکز بنا لیا ۔ چنانچہ شاہ تراب علی قلندر کاکوروی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ۔ "حب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ و ضمیر ماست کہ ہم از اولاد آنحضرت ایم و ہم سلسلہ مشائخ ما با آنحضرت می رسد چگونہ مرا حب آں جناب نباشد ؟ شاہد تعصب مذاہب گرفتار نباشد ۔ آنچہ مذہب حنفیہ است بر ، باشند ۔" (تعلیمات قلندریہ صـ۱۶۱)

شاہ صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حب علی ان کا خمیر ہے ۔ اب معمولی عقل والا بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ انسان جسے محبوب رکھتا ہے اسی کو سب انسانوں میں افضل اور اعلیٰ اور برتر یقین کرتا ہے ۔ یہ عقلاً ناممکن ہے کہ ایک

Marfat.com

شخص محبوب تو رکھے حضرت علیؓ کو اور افضل تقین کرے حضرت صدیق اکبرؓ کو، پس جو شخص فی الجملہ حضرت علیؓ کو افضل سمجھتا ہے وہ اہل سنت والجماعت کے دائرے سے باہر ہے کیونکہ تشیع اور تسنن میں بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت علیؓ کو افضل مانتے ہیں اور سنی حضرات حضرت صدیق اکبرؓ کو افضل مانتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی مشہور اور مستند تصنیف "تکمیل الایمان شرح" شرح عقائد نسفی میں یوں رقمطراز ہیں۔

"والخلفاء الاربعة افضل الاصحاب وفضلهم على ترتيب الخلافة"

"چاروں خلفاء تمام صحابہؓ سے افضل ہیں اور ان چار کی بزرگی ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے یعنی پہلے صدیق اکبرؓ، پھر فاروق اعظمؓ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ (اردو ترجمہ تکمیل الایمان صہ ۶۵)

باز آمدم بر سرِ مطلب۔ شوستری نے جو روایت نقل کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ صرف ایک شخص سے محبت کرتا ہے حالانکہ قرآن حکیم ناطق بالصواب ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (۶۱-۴) بلاشبہ اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو قتال کرتے ہیں اس کی راہ میں صف باندھ کر گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو تسلیم کریں یا شوستری کی نقل کردہ روایت کو میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہاں اقبال کے مرشد معنوی حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کی ایک رباعی نقل کئے دیتا ہوں جو ایک مقالے سے بھی زیادہ موثر ہے

سر رشتۂ اتحاد ہم سے چھوٹا — آپس ہی کی خانہ جنگیوں نے لوٹا
قرآں کے اثر کو روک دینے کے لئے — ہم لوگوں پہ راویوں کا لشکر ٹوٹا

ایک شعر مرید کا بھی درج کئے دیتا ہوں:۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی — یہ امت روایات میں کھو گئی (اقبالؔ)

(۷) سید محمد گیسو دراز جن کا مزار گلبرگہ (دکن) میں ہے اپنی مشہور تصنیف جوامع الکلم میں لکھتے ہیں کہ:۔

لے حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

Marfat.com

"خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر دو گونہ است۔ یکے خلافتِ صغریٰ کہ مراد از خلافتِ ظاہری است۔ دوم خلافتِ کبریٰ کہ مراد از خلافت باطنی است ومخصوص بحضرت علی است"

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ سید صاحب نے یہ تقسیم کس بنیاد پر کی ہے۔ قرآن حکیم یا کسی صحیح حدیث سے تو اس کی تائید ہرگز نہیں ہوتی۔ قرآن میں صرف ایک ہی قسم کی خلافت کا ذکر ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (۲۴-۵۵)

اصحابہ کرامؓ سے خطاب ہے اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا خلیفہ بنائے گا زمین میں، جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لیے جس دین کو اس نے پسند کیا ہے ضرور مستحکم کر دے گا اور یقیناً ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

جیسا کہ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے، یہ تینوں وعدے حضرات شیخینؓ کے مبارک عہد میں پورے ہو گئے۔ اس خلافت ارضی کے علاوہ قرآن حکیم میں نہ صغریٰ کا ذکر ہے نہ کبریٰ کا اور نہ ظاہری کا بیان ہے نہ باطنی کا۔ جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں "باطنیت" کا تصور صحابہ کے زمانے میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا، یہ تو سبائیہ اسمٰعیلیہ قرامطہ باطنیہ کے دماغوں کی اپج ہے اور اسی لئے انہیں باطنیہ کہتے ہیں۔ سید گیسو دراز بھی انہی باطنیہ کے ہمنوا نظر آتے ہیں اور مجھے اس فصل میں یہی دکھانا ہے کہ باطنیہ کے عقائد اکثر سُنی صوفیوں کے دل و دماغ میں راسخ ہو چکے ہیں۔

(۸) چونکہ باطنیہ کے تمام بنیادی عقائد (BASIC DOCTRINES) قرآنی

ؔ گولکنڈے کا آخری شیعہ بادشاہ ابوالحسن المعروف بہ تاناشاہ، شاہ راجو قتال کا نہایت مخلص مرید تھا جو گیسو دراز کی اولاد میں سے تھے، چونکہ کوئی شیعہ تقائی ہوش وحواس کسی سُنی کا مرید نہیں ہو سکتا۔ اس لئے راجو قتال کے شیعہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور گیسو دراز کا مذہب ان کی مذکورہ بالا تقسیم سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

تعلیمات کے خلاف ہیں اس لئے انہوں نے سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مبذول کی کہ جس طرح ہو سکے اہل سنت کو قرآن سے بیگانہ بنا دیا جائے تاکہ وہ غیر قرآنی عقائد کو قبول کر سکیں اس مقصد کے لیئے انہوں نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ تصوف کا لباس زیب تن کیا[۱] اور صوفی بن کر اپنے عقائد عوام اہل سنت میں شائع کر دیئے۔ دوسرا کام یہ کیا کہ علم الاعداد ایجاد کر کے اسے حضرت علی سے منسوب کر دیا۔ ہر عدد کو خاص تاثیر کا حامل قرار دیا اور تعویذ و طلسم لکھ کر عوام میں تقسیم کرنا شروع کیئے۔ اس طرح عوام ان کے معتقد ہو گئے اس کے ساتھ قرآنی آیات کے نقوش مرتب کیئے اور ان سے غیر معمولی فوائد منسوب کر دیئے چنانچہ کچھ عرصے کے بعد تصوف اور تعویذ لازم و ملزوم ہو گئے صحابہ کرامؓ قرآنی آیات پر عمل کرتے تھے۔ ان باطنی صوفیوں کے زیر اثر آ کر مسلمانوں نے قرآنی آیات کو لکھ کر گلے میں ڈالنا شروع کر دیا۔

جو قرآن مجید تہران سے ۱۳۲۳ھ خورشیدی میں شائع ہوا ہے۔ اس میں بہت سے نقوش بھی درج کیئے گئے ہیں چنانچہ صفحہ ۱۰۰ پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

"نقل است از خاتم المجتہدین شیخ بہاؤالدین عاملی کہ ہر کہ در عمر خود یک بار برایں شکل

---

[۱] اگرچہ اس کے ثبوت قبل ازیں پیش کر چکا ہوں تاہم ایک شہادت اور پیش کیئے دیتا ہوں۔

"رسالہ در حقیقت دین مصنفہ شہاب الدین شاہ ولد شاہ علی شاہ (باطنیہ نزاریہ شاخ کا امام وہ ان امام) کے دیباچے میں پروفیسر آئی وے نائف لکھتا ہے۔ یہ بات بخوبی مشہور ہے کہ فرقہ اسمٰعیلیہ نے ایران میں مجبوراً اپنی تصانیف کو فلسفۂ تصوف کے لباس میں مخفی کیا اور بلاشبہ فلسفۂ اسمٰعیلیت اور فلسفۂ تصوف میں بہت سے امور مشترک ہیں"۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے آئی وے نائف نے اس کا دیباچہ انگریزی میں لکھا ہے ۱۹۳۳ء میں بمبئی سے شائع ہوا تھا۔ میں قصداً اس رسالے سے تین اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ میرا دعویٰ ثابت ہو سکے کہ باطنیہ نے تصوف کے پردے یا لباس میں اپنے عقائد کی اشاعت کی اور سنی صوفیوں نے ان کے عقائد کو دانستہ یا نادانستہ طور پر اختیار کر کے اسلامی تصوف کو کفر و اسلام کا ملغوبہ بنا دیا اور اب غیر اسلامی عقائد کو تصوف سے خارج کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

نظر کند آتش دوزخ بروے حرام گردد"

وہ شکل یہ ہے:

هــلج هلج	هــلج هلج

میں نے افادۂ عام کے لئے یہ شکل بجنسہٖ نقل کر دی ہے۔ اس نوعیت کے نقوش اس قرآن کے ص۲۰۳ سے ص۶۱۰ تک کثیر تعداد میں درج کئے گئے ہیں۔ میں اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب نقشِ مرقومہ بالا کے صرف ایک مرتبہ دیکھ لینے سے دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ تو قرآن مجید کی تلاوت یا اس کے سمجھنے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی۔

رفتہ رفتہ مسلمان اس طلسم میں گرفتار ہو گئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک کتاب نظر سے گذری جس کا نام دار النظیم ہے۔ یہ کتاب امام الفن عبد اللہ بن یافعی الیمنی کی تصنیف ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں ص۱۰۶ پر "اسم اعظم" بایں صورت مرقوم:

اس کے ساتھ ایک نظم بھی لکھی ہے جسے حضرت علیؓ سے منسوب کر دیا ہے ص۱۲۶ پر بضمن خواصِ سورۂ نور یہ عبارت مرقوم ہے جسے میں بجنسہٖ نقل کئے دیتا ہوں۔ ترجمہ کرنے سے قصداً احتراز کرتا ہوں:

بقیہ حاشیہ ص۱۱۱ سے آگے :۔ (ﻫ) فصل پنجم در معرفت، در حدیث قدسی می فرماید "اے محمد! اگر تو نبودے آسمانہا را خلقت نمی کردم۔ و در جائے دیگر است۔ "اگر علی نبودے ترا خلقت نمی کردم" از آیت چناں معلوم می شود کہ اگر رسول، ولایت او را ظاہر نمی ساخت۔ رسالت ناقص بود پس ایں ہم اسباب آفرینش و ارسالِ رسل و انزالِ کتب برائے شناختن او (علی) بود۔" ص۱۳

(ب) اے جلوۂ حق! چہ طور آشکارا شدی کہ ہمہ فکر ہا در تو متحیر ماندند۔ خوشا جمالِ ازل خویش را پنہاں ساختی و ایں طور آشکارا شدی کہ جمعے خدایت خواندند۔" ص۲۷

(ج) "محمد و علی ہر دو یک نور بودند ۔ ۔ ۔ ۔ در میانِ مردم بدو لباس جلوہ نمودند۔" ص۲۴

Marfat.com

"من کتبها وجعلها فی فراشه الذی ینام فیه لم یحتلم ابداً وان کتبت بماءٍ زمزم وشربها انقطع عنه شهوة الجماع فان جامع لم یجد لذةً"

غالباً یہ مصرع انیس کا ہے کہ دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے
میں اس میں قدرے تغیر کر کے کہتا ہوں۔

دل صاحب ایمان سے انصاف طلب ہے
قرآن سے یہ دل لگی! اُف کیسا غضب ہے

قرآن حکیم پر یہ ظلم تو شاید کافروں نے بھی نہیں کیا ہوگا جو اس امام الفن نے کیا بہرحال باطنی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ آج مسلمانوں میں قرآن کی جو حیثیت رہ گئی ہے اسے اقبال کے لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔

بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

(۹) شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی سلسلہ چشتیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے دیوان میں جو مناجات لکھی ہے اس میں حضرت علیؓ کو وصی نبیؐ تسلیم کیا ہے اللہ تعالیٰ سے بحق دوازدہ ائمہ شیعہ التجا کی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کو بھی واسطہ بنایا ہے۔ مگر افضل الاولیاء والائمہ بلکہ افضل الصحابہ حضرت صدیق اکبرؓ کا کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ پوری مناجات تو بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتا۔ صرف ایک شعر درج کرتا ہوں۔

بحقِ امامِ علیؓ مرتضیٰ وصیِ نبیؐ و ولیِ خدا

شاہ صاحب چونکہ عالم دین تھے اس لئے یہ حقیقت ان سے مخفی نہیں ہو سکتی تھی کہ اہل سنت اور اہل تشیع میں یہ عقیدہ (کہ علی وصی نبی تھے) ما بہ النزاع بھی ہے اور ما بہ الامتیاز بھی ہے۔ تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ حضور انورؐ نے کسی کو اپنا وصی مقرر نہیں کیا۔ مگر شاہ صاحب حضرت علیؓ کو صاف لفظوں میں وصیِ نبیؐ تسلیم کر رہے ہیں، بلکہ ایک غزل میں بھی اپنے اسی عقیدے کا اظہار کیا ہے۔

Marfat.com

ولیٔ حق ۔ وصیٔ مصطفٰے دریائے فیضانے
امامِ دو جہانے ۔ قبلۂ دینے و ایمانے

اندریں حالات اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شاہ صاحب بظاہر سُنی تھے مگر باطن شیعہ تھے کیونکہ مناجات درکنار، انھوں نے اپنے پورے دیوان میں کسی جگہ صدیق اکبرؓ یا فاروق اعظمؓ کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بظاہر سُنی ہیں مگر حضرات عثمان غنیؓ، عمرو بن العاصؓ اور معاویہؓ کی تنقیص و تکفیر و توہین میں شیعہ حضرات کے ہمنوا بھی ہیں اور اس ہمنوائی پر اصرار بھی کرتے ہیں۔

(۱۰) یہ مضمون چونکہ بہت طویل ہو چکا ہے اس لئے دیگر کتب مثلاً گلزارِ صابری مناقب المحبوبین، سبع سنابل، تذکرۃ الاولیاء، سید الاقطاب، مرأۃ الاسرار، جامع السلاسل جیب السیر، شواہد النبوت، روضۃ الصفا، مقصد اقصٰی، تحفۃ الراغبین، بہجۃ الاسرار زبدۃ الحقائق اور جامع الکلم وغیرہم میں جو غلط روایات درج ہیں، ان کی تفصیل سے قلم کو روکتا ہوں۔ ان کتابوں کی اکثر روایات بالکل غلط ہیں اور اکثر روایات بہت ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ کسی روایت کی سند بیان نہیں کی گئی ہے۔ صرف "منقول است" کے نسخۂ مجرب پر عمل کیا گیا ہے۔

آخر میں ملا علی قاری کی مشہور کتاب موضوعات سے چند اقتباسات درج کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

(ا) سیرۃ النبی کا اولین مصنف ابن اسحاق چونکہ شیعہ تھا اس لئے ...... اس نے اکثر ایسی روایتیں بھی درج کر دیں جن سے اس کے مذہب کی تائید ہو سکے۔ مثلاً خیبر کا دروازہ اکھیڑنے کی روایت۔

(ب) کنت کنزاً مخفیاً الخ حدیث نہیں ہے (۱)

(ج) تاریخوں میں خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ کے خطبہ نہ دے سکنے کی

---

(۱) اکثر صوفیا اسے حدیث سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفی، شاعر اور عاشق بالعموم محدث نہیں ہوتے۔

Marfat.com

روایت بھی غلط ہے۔

(د) کان اللہ ولم یکن معہ شئ، یہ بھی حدیث نہیں ہے

(ک) ائمۃ الحدیث کے نزدیک حضرت علیؓ سے حسن بصری کی ملاقات اور تحصیل علم ثابت نہیں ہے۔

فان ائمۃ الحدیث لم یثبتوا للحسن البصری من علی سماعا ص۳۲

(و) خرقہ صوفیہ والی روایت کہ خدا نے معراج میں آنحضرتؐ کو ایک خرقہ عطا کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جو صحابی اس کا حق ادا کر سکے اسے پہنا دینا۔ آنحضرتؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ سے فرداً فرداً سوال کیا کہ اگر یہ خرقہ تم کو دوں تو کیا کرو گے؟ ان کے جوابات سے آپ مطمئن نہ ہو سکے لیکن حضرت علیؓ کے جواب سے مطمئن ہو گئے کہ واقعی تم اس کا حق ادا کر سکو گے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یہ روایت بالکل غلط ہے اور معاندین صحابہؓ کی وضع کردہ ہے۔

(ز) یہ روایت کہ حضرت علیؓ کی نماز قضا ہو گئی تھی اس لئے آنحضرتؐ نے آفتاب کو حکم دیا کہ غروب ہونے کے بجائے رجعت کر اور عصر کے وقت پر قائم ہو تاکہ وہ نماز عصر وقت پر ادا کر سکیں، بھی غلط ہے[1]

(ح) یہ روایت کہ حجۃ الوداع کے بعد آنحضرتؐ نے مجمع عام میں فرمایا کہ "علیؓ میرا وصی ہے" قطعاً غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔

(ط) یہ روایت کہ آنحضرتؐ نے ام المؤمنین سیدۃ نساء العالمین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ سے فرمایا تھا کہ "علیؓ کے خلاف خروج مت کرنا۔"

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ عائشہ خروج کرے تو تم ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا سراسر کذب اور افترا ہے اور ام المؤمنینؓ کے دشمنوں کی وضع کردہ ہے۔

---

[1] یہ عاجز حضرت علیؓ کی عزت ملحوظ خاطر رکھ کر عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہے کہ رجعت شمس اگر ہوتی تو اس دن ہوتی جب خود آنحضرت اور تمام صحابہؓ کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں لہٰذا اس روایت پر عقلی اعتبار سے وہ اعتراض لازم آتا ہے جسے ارباب منطق ترجیح بلا مرجح کہتے ہیں۔ فافہم وتدبر

Marfat.com

(ی) یہ روایت کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو کچھ اسرار اور باطنی علوم سکھائے تھے جو دوسرے صحابہؓ کو نہیں سکھائے۔ بالکل غلط ہے[1]

ملا علی قاری کے اس قول پر کہ روافض نے حضرت علیؓ کے فضائل میں صرف ۳ لاکھ روایات وضع کی تھیں" اس اقتباس کو ختم کرتا ہوں۔

میرا مقصد اس اقتباس سے یہ ثابت کرنا تھا کہ میں نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے اس کی تائید و توثیق ایک ایسے ماہر فن کی طرف سے ہو جائے جس نے اپنی ساری عمر احادیث کے پرکھنے میں گزاری تھی۔ اگر ناظرین ملائے موصوف کی کتاب کا مطالعہ کریں تو جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ اس سے زیادہ خود لکھ سکیں گے بشرطیکہ تعصب مانع نہ ہو جائے۔

اِستدراک

بخوف طوالت میں نے علم الاعداد کا تعارف نہیں لکھا۔ اب خیال آیا کہ اتنی وضاحت ضرور کر دینی چاہئے کہ باطنیہ نے یہ علم ایجاد کیوں کیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے عوام کے اذہان و قلوب کو کسی قیل و قال کے بغیر بہت جلد اور بہت آسانی سے متاثر کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں اس کی چار مثالیں درج کرتا ہوں۔

(۱) شیعوں کے بارھویں مزعومہ امام کی پیدائش ۲۵۶ھ میں بیان کی جاتی ہے۔ اس کی عظمتِ روحانی کا ثبوت برہان کے بجائے علم الاعداد کی مدد سے مہیا کیا گیا۔ عوام کو بتایا گیا کہ دیکھو! "نور" کے عدد بھی ۲۵۶ ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ وہ نور ہے۔

(۲) بہاء اللہ (بانی مذہب بہائی) نے ۱۲۶۱ھ میں ظہورِ حق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے پیروؤں نے عوام کو مسحور کرنے کے لئے دلیل یہ دی کہ دیکھو! یہ ظہور الحق (بہاء اللہ کے لقب) کے عدد بھی ۱۲۶۱ ہی ہیں!

---

[1] یہ کم سواد عرض کرتا ہے کہ آنحضرتؐ بحیثیت رسولؐ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اسلام میں کوئی سِرّ (بھید) نہیں، کوئی راز نہیں، کوئی خفا نہیں، کوئی رمز و کنایہ نہیں۔ برعکس ایں اس کی تعلیم بالکل واضح بین اور عیاں ہے اور اس کی پیش کردہ کتاب بھی بالکل واضح اور روشن اور جلی ہے چنانچہ تلک آیات الکتاب المبین میرے دعوے پر شاہد ہے۔ یہ اسرار و رموز تو باطنیہ نے اسلام میں داخل کئے ہیں جن میں جہلا گرفتار ہو گئے اور اللہ و رسول سے بیزار ہو گئے (یوسف)

Marfat.com

(۳) حی کے عدد ۱۸ ہیں۔ اس لئے ۱۴ معصومین اور ۴ ابواب یعنی یہ ۱۸ افراد بھی زندہ ہیں۔

(۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف ۱۹ ہیں۔ اس لئے ۱۹ کا عدد مبارک ہے۔ اسی لئے بہائیوں کا مہینہ ۱۹ دن کا ہوتا ہے۔

(۵) چونکہ ۹ کا عدد کامل ہے اس لئے جس شہر میں ۹ آدمی بہائی ہو جائیں۔ وہاں بہائی محفل قائم کی جا سکتی ہے۔

(ماخوذ از "باب کی نئی تاریخ" مؤلفہ براؤن ضمیمہ دوم ص ۳۲۵ تا ص ۳۳۹)

قارئین کی آگاہی کے لئے مختصر طور پر یہ کہے دیتا ہوں کہ باطنیہ نے اپنا مذہب جن فلسفیانہ افکار و تصورات کی مدد سے مدون کیا تھا۔ ان میں فیثا غورث کے افکار بھی شامل تھے اور جیسا کہ فلسفے کے ہر طالب علم کو معلوم ہے، فیثا غورث نے اپنے فلسفے کی بنیاد اعداد پر رکھی تھی اور یہ قول کہ "۹ کا عدد کامل ہے" اسی کا ہے مزید معلومات کے لئے مغربی فلسفے کی کسی مستند تاریخ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

اس عاجز نے اس مضمون میں کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ

(و) صوفیا بالعموم صیرفیِ حدیث نہیں ہوتے۔ اس لئے اکثر مواقع میں موضوع اور حدیث میں فرق نہیں کر سکتے۔

(ب) بزرگان سلسلہ کے ملفوظات پر تنقید سوءِ ادب سمجھتے ہیں یعنی جو باتیں ان سے منسوب کر دی جاتی ہیں انہیں بلا تحقیق قبول کر لیتے ہیں۔

چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ قارئین میرے اس رجحان یا نقطۂ نظر کو گستاخی پر محمول کریں گے اور اس طرزِ بیان کو "چھوٹا منہ بڑی بات" سے تعبیر کریں گے۔ اس لئے میں ذیل میں ایک ایسے شخص کے ارشادات درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اگر ایک طرف دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث تھا تو دوسری طرف سلوک تصوف میں اتنا بلند مقام رکھتا تھا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ میں ان کی کفش برداری کے لائق بھی نہیں ہوں۔ میری مراد حضرت اقدس سیدی و مرشدی شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الحافظ سید حسین احمد مدنی سے ہے۔ جنہوں نے ۱۴ سال تک مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیا تھا۔ حضرت اقدس اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

Marfat.com

تصوفیہ کی کتابوں میں "رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر"
کو صحیح حدیث کہا گیا ہے۔ لیکن عسقلانی کا قول ہے کہ امام نسائی نے اسے ابراہیم بن عیلہ
کا کلام بتایا ہے۔ الفاظ کی رکاکت زبردست قرینہ ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کا قول نہیں
ہو سکتا اور نہ حدیث کی متداول کتابوں میں شاہ عبد العزیزؒ جیسے متبحر محدث نے دیکھا
ہے۔ پس احادیث اور غیر احادیث کا فیصلہ محدثین کے اصول و قواعد کی رو سے کیا جائیگا
کیونکہ ہر فن میں صاحب فن کی رائے اگر تسلیم نہ کی جائے تو امان اٹھ جائے گا اور
شریعت کا بھرم جاتا رہے گا۔ بے چارے صوفیہ جن پر حسن ظن کا غلبہ ہوتا ہے۔ بھلا
ان حضرات کو تنقید و تفتیش کی کہاں فرصت اور انہیں نہ اس کی عادت ہے۔ پس
جو سن لیا یا دیکھ لیا، اسے باور کر لیا، ان کے اس حسن ظن سے کسی قول کا حدیث رسولؐ
ہونا ثابت نہیں ہو جائے گا۔" (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول صد ۳۰۰ و صد ۳۰۹)

اگرچہ میرے زاویہ نگاہ کی تصویب و تصدیق کے لئے یہی اقتباس کافی ہے تاہم مزید اطمینان
کے لئے ایک اقتباس اور پیش کئے دیتا ہوں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

عرض ہے کہ یہ اکابر احضرت بابا فریدؒ اور حضرت محبوب سبحانیؒ) علم طریقت اور
تصوف کے ائمہ عظام ہیں لیکن علم ظاہر اور شریعت کے امام نہیں ہیں۔ اس
کے امام حضرت ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف اور دیگر فقہائے کرام ہیں۔ اس بارے میں
(سجدۂ تعظیمی کے بارے میں) ان حضرات کا قول و فعل حجت ہوگا۔ حضرات شیخ عبد القادرؒ
جیلانیؒ، جنید بغدادیؒ، خواجہ بہاؤ الدینؒ نقشبندیؒ اور خواجہ معین الدین اجمیریؒ
کے اقوال، فتاویٰ اور اعمال حجت نہیں ہوں گے۔ اگرچہ یہ حضرات علم طریقت کے سب
سے اونچے پہاڑ ہیں۔ (مکتوب ۸۸ از مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم صہ ۲۲۵)

حضرت اقدسؒ کے ان ارشادات اور ان کی ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات
ثابت ہو گئی کہ میرا زاویہ نگاہ بالکل درست ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

میں نے اس مضمون میں کئی جگہ اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسمٰعیلیہ باطنیہ فرقے
نے صوفیوں کے لباس میں اپنے خیالات کی اشاعت کی جس کی وجہ سے خالص اسلامی
تصوف میں باطنی روایات اور عقائد کی اس طرح آمیزش ہو گئی کہ آج اکثر سنی صوفیا ان روایات

Marfat.com

اور ان عقائد کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی تائید میں ایک شیعہ مصنف کی کتاب سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر سید حسین نصر (تہران یونیورسٹی) نے حال ہی میں ایک کتاب انگریزی میں لکھی ہے جس کا نام ہے (IDEALS AND REALITIES OF ISLAM) اسلام کے مطامح نظر اور حقائق۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"منگولوں کے حملے کے دور میں ایران میں اسمٰعیلی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عہد میں اسمٰعیلیت مستور ہو گئی، اور بہت سے علاقوں میں صوفیوں کے سلسلوں میں ظاہر ہوئی تاکہ اس کے دعاۃ مخالفت سے محفوظ رہ سکیں۔ دراصل اس زمانے میں تصوف اور اسمٰعیلیت میں اتحاد کی ایک مستقل صورت پیدا ہو گئی تھی جس کا تحقیقی مطالعہ ابھی تک نہیں کیا گیا ہے۔" ص ۱۶۰-۱۵۹

"اثنا عشری شیعیت میں مذہب کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کو بالخصوص اہمیت دی گئی ہے اور اس اعتبار سے وہ تصوف کی ہمنوا ہے۔" ص ۱۶۰

"تصوف اور تشیع دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ "نورِ محمدی" آدم سے لے کر ہر نبی کی ذات میں موجود رہا ہے۔" ص ۱۶۰

"اسمٰعیلیت اور تصوف دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ اصل اعلیٰ (SUPREME PRINCIPLE) بیک وقت موجود بھی ہے اور فوق الوجود بھی ہے۔" ص ۱۶۹

پروفیسر مرزا محمد سعید اپنی محققانہ تصنیف "مذہب اور باطنی تعلیم" میں لکھتے ہیں کہ ہماری رائے میں اس بات کے باور کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ اس مقبولیت سے فائدہ اٹھا کر، جو تصوف کو ایران میں بارھویں صدی سے پندرھویں صدی عیسوی تک حاصل تھی، بہت سے نزاری (اسمٰعیلی) مبلغ صوفیا اور درویشوں کے لباس میں عوام کو مسخر کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ص ۳۲۸

نیز اسی صفحے پر لکھتے ہیں یہ مان لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا کہ بعض اسمٰعیلی مبلغ تصوف کا ظاہری جامہ پہن کر عوام الناس کی ارادت اور عقیدت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور بعض جماعتیں مثلاً اناطولیا کے بکتاشی یا کشمیر کے نور بخشی جو منصوفانہ سلوک و طریقت کا دعویٰ کرتی ہیں، درحقیقت شیعہ باطنیہ خیالات سے ملوث ہیں۔ ص ۳۲۸

Marfat.com

1188A1